﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾ (آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :- نصیر احمد قمر

جلد ۱۱ | جمعۃ المبارک ۱۲/مارچ ۲۰۰۴ء | ۱۹/محرم الحرام ۱۴۲۴ھ ہجری قمری ❁ ۱۲/امان ۱۳۸۳ھ ہجری شمسی | شمارہ ۱۱

اے قدوس

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ رکوع اور سجدہ میں (بعض اوقات) یہ دعا کیا کرتے تھے:

''سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِکَةِ وَالرُّوْحِ''۔

اے سبوح، اے قدوس، اے فرشتوں اور روح کے رب۔

(صحیح مسلم۔کتاب الصلوٰۃ باب مایقال فی الرکوع والسجود)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

جس قدر انسان کشمکش سے بچا ہوا اسی قدر اس کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ یہ زندگی تو بہر حال ختم ہو جائے گی۔

جس قدر انسان کشمکش سے بچا ہوا اسی قدر اس کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔کشمکش والے کے سینہ میں آگ ہوتی ہے اور وہ مصیبت میں پڑا ہوا ہوتا ہے۔اس دنیا کی زندگی میں یہی آرام ہے کہ کشمکش سے نجات ہو۔کہتے ہیں ایک شخص گھوڑے پر سوار چلا جاتا تھا ۔راستہ میں ایک فقیر بیٹھا تھا جس نے بمشکل اپنا ستر ہی ڈھانکا ہوا تھا۔اُس نے اُس سے پوچھا کہ سائیں جی! کیا حال ہے؟فقیر نے جواب دیا کہ جس کی ساری مرادیں پوری ہوگئی ہوں اس کا حال کیسا ہوتا ہے؟ اُسے تعجب ہوا کہ تمہاری ساری مرادیں کس طرح حاصل ہوگئی ہیں۔فقیر نے کہا جب ساری مرادیں ترک کر دیں تو گویا سب حاصل ہوگئیں۔حاصل کلام یہ ہے کہ جب یہ سب حاصل کرنا چاہتا ہے تو تکلیف ہی ہوتی ہے۔لیکن جب قناعت کر کے سب کو چھوڑ دے تو گویا سب کچھ ملنا ہوتا ہے۔نجات اور مکتی یہی ہے کہ لذت ہو، دُکھ نہ ہو۔دُکھ والی زندگی تو نہ اس جہان کی اچھی ہوتی ہے اور نہ اُس جہان کی۔جو لوگ محنت کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں وہ گویا اپنی کھال اتارتے ہیں۔اس لئے یہ زندگی تو بہر حال ختم ہو جائے گی کیونکہ یہ برف کے ٹکڑہ کی طرح ہے خواہ اس کو کیسی ہی صندوقوں اور کپڑوں میں لپیٹ کر رکھو لیکن وہ پگھلتی ہی جاتی ہے۔اسی طرح پر خواہ زندگی کے قائم رکھنے کی کچھ بھی تدبیریں کی جاویں لیکن یہ سچی بات ہے کہ وہ ختم ہوتی جاتی ہے اور روز بروز کچھ نہ کچھ فرق آتا ہی جاتا ہے۔دنیا میں ڈاکٹر بھی ہیں، طبیب بھی ہیں مگر کسی نے عمر کا نسخہ نہیں لکھا۔جب لوگ بڈھے ہو جاتے ہیں پھر ان کو خوش کرنے کو بعض لوگ آجاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ابھی تمہاری عمر کیا ہے؟ ساٹھ برس کی بھی کوئی عمر ہوتی ہے،اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔رحمت علی ایک مذکوری تھا۔اس کا بیٹا فقیر علی منصف ہو گیا تھا اور لوگ اس وجہ سے اس کی عزت بھی کیا کرتے تھے۔ڈپٹی قاسم علی نے ایک دفعہ اس سے پوچھا تمہاری عمر کیا ہے؟ اس نے کہا ۵۵ سال ہوگی، حالانکہ وہ ۶۵ سال کا تھا۔قاسم علی نے اس کو کہا کیا ہوا، ابھی تو بچے ہو خود بھی وہ یہی عمر بتایا کرتا تھا۔ میں نے کہا کہ ۵۵ کا سال بڑا مشکل ہے، یہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔غرض انسان عمر کا خواہشمند ہو کر نفس کے دھوکوں میں پھنسا رہتا ہے۔دنیا میں عمریں دیکھتے ہیں کہ ۶۰ کے بعد تو قویٰ بالکل گداز ہونے لگتے ہیں۔بڑا ہی خوش قسمت ہوتا ہے جو ۸۰ یا ۸۲ تک عمر پائے اور قویٰ بھی کسی حد تک اچھے رہیں ورنہ اکثر نیم سودائی سے ہو جاتے ہیں۔اُسے نہ تو پھر مشورہ میں داخل کرتے ہیں اور نہ اس میں عقل اور دماغ کی کچھ روشنی باقی رہتی ہے۔بعض وقت ایسی عمر کے بڈھوں پر عورتیں بھی ظلم کرتی ہیں کہ کبھی کبھی روٹی دینی بھی بھول جاتی ہیں۔اصل بات یہ ہے کہ در جوانی کار دو جہانی کن۔ اور مشکل یہ ہے کہ انسان جوانی میں مست رہتا ہے اور مرنا یاد نہیں رہتا۔بُرے بُرے کام اختیار کرتا ہے اور آخر میں جب سمجھتا ہے تو پھر کچھ کر ہی نہیں سکتا۔غرض اس جوانی کی عمر کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ ؎

نشان زندگانی تا بسی سال   چو چل آمد فرو ریزد پر و بال

انحطاط عمر کا ۴۰ سال سے شروع ہو جاتا ہے۔۳۰ یا ۳۵ برس تک جس قدر قد ہونا ہوتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے اور بعد اس کے بڈھے ہو کر پھولنا شروع ہو جاتا ہے۔اور پھولنے کا نتیجہ فالج ہو جاتا ہے۔

❁❁❁..........❁❁..........❁❁❁

فرمودات خلفاء

بدظنی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورہ الحجرات کی آیت ۱۲ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مومن ہونے کے بعد فاسق نام رکھانا بہت ہی بری بات ہے۔یہ تمسخر کہاں سے پیدا ہوتا ہے؟ بدظنی سے۔اس لئے فرماتا ہے۔ ﴿اِجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ﴾ بدگمانیوں سے بچو۔حدیث میں بھی آیا ہے۔﴿اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ ۔فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ﴾۔اس بدظنی سے بڑا بڑا نقصان پہنچتا ہے۔میں نے ایک کتاب منگوائی۔وہ بہت بے نظیر تھی۔میں نے مجلس میں اسکی خوب تعریف کی۔کچھ دنوں کے بعد وہ کتاب گم ہوگئی مجھے کسی خاص پر تو خیال نہ آیا مگر یہ خیال ضرور آیا۔کسی نے چرالی۔ایک دن جب میں نے اپنے مکان سے الماریاں اٹھوائیں تو کیا دیکھتا ہوں۔الماری کے پیچھے بیچوں بیچ کتاب پڑی ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ کتاب میں نے رکھی ہے اور وہ پیچھے جا پڑی۔اس وقت مجھے دو معرفت کے نکتے کھلے۔ایک تو مجھے ملامت ہوئی کہ میں نے دوسرے پر بدگمانی کیوں کی۔دوم۔میں نے صدمہ کیوں اٹھایا۔خدا کی کتاب اس سے بھی زیادہ عزیز اور عمدہ میرے پاس موجود تھی۔اسی طرح میرا ایک بستر تھا جس کی کوئی آٹھ نہیں ہوں گی۔ایک نہایت عمدہ ٹوپی مجھے کسی نے بھیجی جس پر طلائی کام ہوا تھا۔ایک عورت اجنبی ہمارے گھر میں تھی۔اسے اس کام کا بہت شوق تھا۔اس نے اس کے دیکھنے میں بہت دلچسپی لی۔تھوڑی دیر بعد وہ ٹوپی گم ہوگئی۔مجھے اس کے گم ہونے کا کوئی صدمہ تو نہ ہوا کیونکہ نہ میرے سر پر پوری آتی تھی نہ میرے بچوں کے سر پر۔مگر میرے نفس نے اس طرف توجہ کی کہ اس عورت کو پسند آگئی ہوگی۔مدت ہوئی اس عورت کے چلے جانے کے بعد جب بستر کو جھاڑنے کے لئے کھولا گیا تو اس کی ایک تہہ سے نکل آئی۔

دیکھو بدظنی کیسا خطرناک ہے اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو سکھاتا ہے جیسا کہ اس نے محض اپنے فضل سے میری راہنمائی کی اور لوگوں سے بھی ایسے معاملات ہوتے ہوں گے مگر تم نصیحت نہیں پکڑتے۔اس بدظنی کی جڑ ہے ''کرید'' خواہ مخواہ کسی کے حالات کی جستجو اور تاڑ بازی۔اس لئے فرمایا ﴿لَا تَجَسَّسُوْا﴾ اور پھر اس تجسس سے غیبت کا مرض پیدا ہوتا ہے ان آیات میں تم کو یہ بھی سمجھایا گیا ہے کہ گناہ شروع میں بہت چھوٹا ہوتا ہے اور آخر میں بہت بڑا ہو جاتا ہے جیسے بڑ کا بیج دیکھنے میں کتنا چھوٹا ہے۔

جب بعض آدمیوں کو آرام ملتا ہے۔فکر معاش سے کو نہ بے فکری حاصل ہوتی ہے۔وہ نکمے بیٹھنے لگتے ہیں۔اب اور کوئی مشغلہ تو ہے نہیں۔ تمسخر کی خو ڈال لیتے ہیں۔یہ تمسخر کبھی زبان سے ہوتا ہے۔کبھی اعضاء سے کبھی تحریر سے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس تمسخر کا نتیجہ بہت برا ہے۔ وحدت باطل ہو جاتی ہے۔پھر وحدت جس قوم میں نہ ہو وہ بجائے ترقی کے ہلاک ہو جاتی ہے۔ ❁❁❁❁❁

ادا ریہ

واذالصحف نشرت

خدائی نوشتوں اور پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں اس کثرت سے نئی نئی چیزیں اور ایجادات سامنے آتی ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ لیظہرہ علی الدین کلّہ۔ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کا جلوہ ظہور پذیر ہونے والا تھا اس لئے اس زمانے کی ایجادات میں غیر معمولی ترقی ہوتی چلی گئی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اس الٰہی تحریک کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے تصنیف وتالیف کی طرف خوب توجہ فرمائی۔اس زمانہ میں جبکہ موجودہ زمانے کی سہولتوں کا کوئی تصور تک بھی نہ تھا آپ نے تن تنہا دلائل و براہین کی چومکھی لڑائی لڑی اور عظیم فتح حاصل کی۔

آپ کی بے سروسامانی تو اس سے بھی ظاہر ہے کہ آپ کے پاس کوئی باقاعدہ لائبریری نہیں تھی۔کوئی معاون و مددگار نہیں تھا جو آپ کو مطلوبہ حوالے تلاش کر کے دیتا۔کوئی ایسا ساتھی بھی نہیں تھا جو مسودہ کو بہتر اور صاف لکھ کر دیتا۔ یہاں تک قادیان میں کاتب اور پریس کی سہولت بھی موجود نہ تھی۔ابتدائی زمانے میں مضمون خود لکھ کر سفر کی صعوبتوں اور مشکلات کو برداشت کرتے ہوئے امرتسر یا بٹالہ جا کر مضمون کاتب تک پہنچانا۔کاتب کی لکھی ہوئی کاپیوں کی تصحیح یا پروف ریڈنگ کرنا۔ان کی درستی کے لئے کاتب تک دوبارہ پہنچانا۔اس سلسلہ میں تجربہ کار لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ بعض اوقات تصحیح کی بجائے لفظ کچھ کے کچھ بن جایا کرتے ہیں اور اس طرح تصحیح ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی کئی دفعہ کروانے کی ضرورت پیش آ جایا کرتی ہے پریس میں اگر صحیح طباعت نہ ہو رہی ہو تو اس کی نگرانی اور درستی بھی اپنی جگہ ایک بہت بڑا کام ہے (جبکہ پریس قادیان سے باہر ہو اور اسکی انتظامیہ کا تعاون بھی محل نظر ہو)

مضمون یا کتاب کی اشاعت کے بعد اسکی فرمہ شکنی اور سلائی یا جلد بندی بھی ایک مستقل دردسر ہوتی ہے کیونکہ یہاں پھر سے فرمہ شکنوں کے وعدے اور نخرے کام کی طوالت اور کوفت کو بہت زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔فرمہ شکنی اور جلد بندی کے بعد ان کتب کی ترسیل واشاعت بھی تو ایک ادارہ کا کام ہے کسی ایک انسان کے بس کی بات نہیں۔حضور نے اپنی پر معرفت تصانیف میں عیسائیت اور دوسرے مذاہب کی اس پرزور طریق پر تردید فرمائی کہ حضور کے ایک نقاد کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ گزشتہ تیرہ سو سال میں تائید اسلام میں براہین احمدیہ جیسی بے مثال کتاب کوئی نہیں لکھی گئی۔

حضور کی صحت جو اکثر خراب رہتی تھی۔ایک عام آدمی کے لئے تو ان میں سے ہر روک اس کام کو ناممکن بنانے کے لئے کافی ہوتی ہے مگر خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت سے آپ نے ان سب مشکلات اور روکوں کے باوجود اسّی (۸۰) کے قریب تصنیفات شائع فرمائیں۔ان تصنیفات میں سے بعض کے متعلق آپ نے انعامی چیلنج فرمائے مگر بڑی بڑی رقموں کے انعام مقرر کرنے اور اسے اپنی صداقت کا معیار قرار دینے کے باوجود کسی مخالف کو یہ چیلنج قبول کرنے کی جرأت وتوفیق نہ ملی۔

قرآنی پیشگوئیوں اور مخبر صادق آنحضرت ﷺ کی بیان فرمودہ علامات کی صداقت ثابت کرنے والے امام موعود کی آمد پر تمام غیر مذاہب والوں بلکہ روایتی مسلمانوں نے بھی آپ کی مخالفت کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔اس وجہ سے آپ کو ان کے پھیلائے ہوئے غلط اعتراضات کے جواب دینے پڑے اور آپ کی بعض تصانیف میں مناظرہ کا ایک مؤثر ومنفرد رنگ آ گیا تاہم آپ کا اصل میدان تو روحانی انقلاب برپا کرنا تھا اور اس مقصد کے لئے آپ کی تصانیف میں تفسیر قرآن اور عشق رسول ﷺ کا بے مثال رنگ پایا جاتا ہے۔آپ کے علم کلام نے علمی میدان میں جماعت کو ایسا مقام دلا دیا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے دلیل و برہان میں جماعت ایک بلند مقام پر فائز ہوگئی۔

اسلام کے غلبہ وحقانیت اور قرآن مجید کی عظمت وشان اور منفرد مقام محمدیتؐ پر آپ کی کتب روشنی کا مینار ہیں جن سے ہر طالب حق ہمیشہ کسب فیض کرتا رہے گا۔

اشاعت وتبلیغ کے اس فریضہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے جو تائید نصرت کے سامان پیدا فرمائے ان کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اخبار ''الحکم'' اور اخبار ''بدر'' کی شکل میں دو معاون عطا فرمائے جنہیں آپ نے اپنے دو بازو قرار دیا۔اس کے بعد یہ سلسلہ برابر ترقی پذیر رہا اور آج تو یہ عالم ہے کہ ایک طرف MTA حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے میں دن رات مصروف ہے تو دوسری طرف دنیا کے ہر کونے سے جماعتی اخبارات کی اشاعت ہو رہی ہے۔الفضل کے لئے ربوہ میں روکیں پیدا کرنے کی کوششوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے الفضل انٹرنیشنل کی صورت میں جواب دیا گیا اس طرح نہ صرف یہ کہ الفضل ربوہ خدائی فضلوں کا منادی بنا ہوا ہے بلکہ الفضل انٹرنیشنل بھی اشاعت وتبلیغ کے اس جہاد میں شامل ہے۔

حضرت سلطان القلم کے انصار ساری دنیا میں قلمی جہاد اور تبلیغی کوششوں میں سرگرم عمل ہیں۔اللھم زد و بارک

دوستو اس یار نے دین کی مصیبت دیکھ لی — اک بڑی مدت سے دین کو کفر تھا کھاتا رہا
آئیں گے اس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن — اب یقین سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

(عبدالباسط شاہد)

غزل

روح و بدن کا رشتہ بھی باہم نہیں رہا
اور انتظار ہے کہ کہیں تھم نہیں رہا

اک رات نے بدل دئے تعبیر کے اصول
اب تو کوئی اشارہ بھی مبہم نہیں رہا

اس دور میں تو وصل کو آفاقیت ملی
اب تو کہیں فراق کا موسم نہیں رہا

ہے عشق کی بہت سی کرامات میں سے ایک
یہ جو غمِ جہان میں دم خم نہیں رہا

فکر معاش نیند اڑانے میں پیش پیش
لیکن ترا خیال بھی کچھ کم نہیں رہا

مایوسیاں ، تھکاوٹیں اور نا امیدیاں
اک شائبہ بھی ان کا شبِ غم نہیں رہا

کہتے ہیں جس کو وصل سو وہ بارہا ہوا
لیکن کبھی وصال کا عالم نہیں رہا

(آصف محمود باسطؔ)

یتامیٰ فنڈ

حضور انور ایدہ اللہ نے ۲۳/جنوری ۲۰۰۴ء کو اپنے خطبہ جمعہ احمدی یتامیٰ جو مالی لحاظ سے کمزور ہیں ان کی پڑھائی اور کھانے پینے کا خیال رکھنے کی تحریک فرمائی ہے۔

ایسے مخیّر اور مالی لحاظ سے مضبوط احباب جو اس کار خیر میں حصہ لینا چاہتے ہوں وہ مروجہ جماعتی انتظام کے تحت اپنی مقامی جماعت کو رقوم ادا کر سکتے ہیں اور جو براہ راست مرکز کو بذریعہ چیک بھجوانا چاہیں وہ احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن ٹرسٹی، یو کے کے نام بھی بھجوا سکتے ہیں۔

(ایڈیشنل وکیل المال۔لندن)

وعدہ جات وقف جدید

وقف جدید کا نیا مالی سال یکم جنوری ۲۰۰۴ء سے شروع ہو چکا ہے۔تمام امراء کرام/صدران اور مبلغین انچارج کی خدمت میں درخواست ہے کہ اپنی اپنی جماعت کے وعدہ جات لے کر اس کی رپورٹ مرکز کو بھجوانے کا انتظام فرماویں۔کوشش کریں کہ جو افراد جماعت اس بابرکت تحریک میں ابھی تک شامل ہونے سے محروم ہیں وہ بھی اس میں شامل ہونے کی سعادت پالیں۔جزاکم اللہ

(ایڈیشنل وکیل المال لندن)

جمال وحسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے — قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا — بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

(درثمین)

خطبہ جمعہ

انسان کی تمام روحانی خوبصورتی تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنا ہے۔

ہر وہ عہد جو انصاف اور سچائی پر مبنی ہے اس کا اللہ تعالیٰ ضامن ہوتا ہے

ہمیشہ اس کے آگے جھکو اور چھوٹے سے چھوٹے رنگ میں بھی اس کا شریک نہ ٹھہراؤ

ہر سطح پر اب یہ احمدی کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاہدوں کی پاسداری کرنے والے اور کرانے والے ہوں

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ ۲۷؍فروری ۲۰۰۴ء بمطابق ۲۷؍تبلیغ ۱۳۸۳ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –
الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –
اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿ بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ وَاتَّقٰی ۔ فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۔﴾

(سورۃ ال عمران آیت :۷۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہاں کیوں نہیں جس نے بھی اپنے عہد کو پورا کیا اور تقویٰ اختیار کیا اللہ متقیوں سے محبت کرنے والا ہے۔

آج کل کے معاشرے میں ایک یہ بھی بیماری عام ہے کہ بات کرو تو مکر جاؤ، وعدہ کرو تو اسے پورا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لو، جب کوئی عہد کرو تو اس کو توڑنے کے بہانے تلاش کرو کیونکہ دوسری طرف بہتر مفاد نظر آ رہا ہوتا ہے۔ اور یہ باتیں انفرادی طور پر بھی اور جہاں پانچ دس افراد اکٹھے مل کر کام کر رہے ہوں، کوئی مشترکہ کاروبار ہو وہاں بھی۔ اور بدقسمتی سے ملک ملک سے بھی جب معاہدے کرتے ہیں تو بدعہدی اور زیادتی کر رہے ہوتے ہیں۔ خاص طور پر جب کسی امیر ملک اور غریب ملک میں کوئی معاہدہ ہو تو بعض دفعہ اپنے مفاد منوانے کی خاطر دباؤ ڈالتے ہیں اور اگر دباؤ میں آنے سے کوئی انکاری ہو تو پھر معاہدوں میں بدعہدیاں شروع ہو جاتی ہیں تو بہرحال یہ ایک ایسی برائی ہے جو شخصی معاہدوں سے لے کر بین الاقوامی معاہدوں تک حاوی ہے، سب تک پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ فرمایا اگر تم میری محبت چاہتے ہو، یہ چاہتے ہو کہ میں تم سے راضی رہوں، یہ چاہتے ہو کہ میں تمہاری دعاؤں کو سنوں تو تقویٰ اختیا کرو، مجھ سے ڈرو، میری تعلیم پر عمل کرو۔ اور تعلیم میں سے بھی ایک بہت اہم تعلیم اپنے عہد کو پورا کرنا ہے، اپنے وعدوں کا پاس رکھنا ہے۔ تو قرآن کریم نے مختلف پیرایوں میں، مختلف حالات میں عہد کی جو صورتیں ہو سکتی ہیں ان پر روشنی ڈالی ہے۔ فرماتا ہے کہ نیکیاں قائم کرنے کے لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد بھی ادا کرو اور ان کو ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے کئے گئے عہد کو بھی پورا کرو اور بندوں سے کئے گئے معاہدوں اور وعدوں پر بھی عملدرآمد کرو۔

امام رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ﴿ اَوْفُوْا بِالْعَھْدِ﴾ خداوند تعالیٰ کے اس حکم کے مشابہ ہے کہ ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ اور اس قول میں تمام عقد مثلاً عقد بیع، عقد شرکت، عقد یمین، عقد نظر، عقد صلح اور عقد نکاح وغیرہ سب شامل ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ خلاصہ یہ کہ اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ دو انسانوں کے درمیان جو بھی عقد ہو اور جو عہد قرار پائے اس کے مطابق دونوں پر اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ (تفسیر کبیر رازی جلد ۵ صفحہ ۵۰۵)

اب دیکھیں آج کل کیا ہوتا ہے۔ بہت سے جھگڑے اس بات پر ہو رہے ہوتے ہیں کہ فروخت کرنے والا کہتا ہے کہ میں نے فلاں چیز اتنی تعداد میں دی یا اگر زمین کا معاملہ ہے تو اتنا رقبہ دیا ہے اور معاہدے میں اتنا ہی لکھا ہوتا ہے لیکن اصل میں موقع پر کچھ اور ہوتا ہے۔ اب بیچنے والا اپنے اس عمل کی وجہ سے اس سودے میں بدعہدی کا مرتکب ہو رہا ہوتا ہے اور جھگڑے ہوتے ہیں پھر جھگڑے قضا میں جاتے ہیں، عدالتوں اور پولیس میں جاتے ہیں، کیس بن رہے ہوتے ہیں، تو ایک فریق تو بدعہدی کا مرتکب ہو رہا ہوتا ہے اور دوسرا بے صبری اور کم حوصلگی کا۔ پھر جیسا کہ امام رازی نے لکھا ہے، کاروبار میں شراکت داریاں ہیں اس میں بھی عہد کی پابندی کی ضرورت ہے، معاہدے ہوتے ہیں جس جس کا جتنا جتنا حصہ ہو جتنا جتنا شیئر (Share) ہو اس کے مطابق کاروبار ہوگا۔ پھر یہ کہ کس نے کیا کام کرنا ہے کس نے کتنا سرمایہ لگانا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اگر کسی فریق میں بھی کوئی بدنیتی پیدا ہو جائے تو پھر اس کے ساتھ ہی بدعہدی بھی شروع ہو جاتی ہے۔ معاہدے بھی ٹوٹنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر جھگڑے شروع ہوتے ہیں۔ ان میں خاندانوں کے خاندان اس طرح اجڑ رہے ہوتے ہیں۔

عام روزمرہ کے کاموں میں بھی وعدہ خلافیاں ہو رہی ہوتی ہیں اور ہوتے ہوتے بعض دفعہ سخت لڑائی پر یہ چیزیں منتج ہو جاتی ہیں۔ جھگڑوں کے بعد اگر صلح کی کوئی صورت پیدا ہو تو معاہدے ہوتے ہیں اور جب صلح کرانے والے ادارے دو فریقین کی صلح کرواتے ہیں تو وہاں صلح ہو جاتی ہے، وعدہ کرتے ہیں کہ سب ٹھیک رہے گا، بعض دفعہ لکھت پڑھت بھی ہو جاتی ہے لیکن بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ صلح کر کے دفتر یا عدالت سے باہر نکلے تو پھر سر پھٹول شروع ہو گئی، کوئی وعدوں اور عہدوں کا پاس نہیں ہوتا۔ پھر نکاح کا عہد ہے فریقین کا معاملہ ہے اس کو پورا نہیں کر رہے ہوتے۔ یہ معاہدہ تو ایک پبلک جگہ میں اللہ کو گواہ بنا کر تقویٰ کی شرائط پر قائم رہنے کی شرط کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ لیکن بعض ایسی فطرت کے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ اس کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ بیویوں کے حقوق ادا نہیں کر رہے ہوتے ان پر ظلم اور زیادتی کر رہے ہوتے ہیں، گھر کے خرچ میں باوجود کشائش ہونے کے تنگی دے رہے ہوتے ہیں، بیویوں کے حق مہر ادا نہیں کر رہے ہوتے، حالانکہ نکاح کے وقت بڑے فخر سے کھڑے ہو کر سب کے سامنے یہ اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ ہاں ہمیں اس حق مہر پر نکاح بالکل منظور ہے۔ اب پتہ نہیں ایسے لوگ دنیا دکھاوے کی خاطر حق مہر منظور کرتے ہیں کہ یا دل میں یہ نیت پہلے ہی ہوتی ہے کہ جو بھی حق مہر رکھوایا جا رہا ہے لکھوا لو کونسا دینا ہے، تو ایسے لوگوں کو یہ حدیث سامنے رکھنی چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس نیت سے حق مہر رکھواتے ہیں ایسے لوگ زانی ہوتے ہیں۔ اللہ رحم کرے اگر ایک فیصد سے کم بھی ہم میں سے ایسے لوگ ہوں، ہزار میں سے بھی ایک ہو تو تب بھی ہمیں فکر کرنی چاہئے۔ کیونکہ پرانے احمدیوں کی تربیت کے معیار اعلیٰ ہوں گے تو نئے آنے والوں کی تربیت بھی صحیح طرح ہو سکے گی۔ اس لئے بہت گہرائی میں جا کر ان باتوں کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ﴿وَاَوْفُوْا بِعَھْدِاللّٰہِ اِذَا عٰھَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْکِیْدِھَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰہَ عَلَیْکُمْ کَفِیْلًا۔ اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾

(سورۃ النحل آیت :۹۲)

اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو جب تم عہد کرو اور قسموں کو ان کی پختگی کے بعد نہ توڑو جبکہ تم

اللہ کو اپنے اوپر کفیل بنا چکے ہو اللہ یقیناً جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ جو تم عہد کرتے ہو اس کو بھی پورا کرو اور جو تمہارے آپس میں معاہدات ہوتے ہین ان کو بھی مت توڑو، یعنی جب تم خدا تعالیٰ کو ضامن کر کے کسی انسان سے معاہدہ کرو تو اس کو ضرور پورا کرو کیونکہ تم خدا تعالیٰ کو ضامن مقرر کر چکے ہو۔ پس خدا کا نام لے کر کئے گئے معاہدے کو اگر تم توڑو گئے تو گویا خدا تعالیٰ کو بدنام کرنے والے ہو گے اور خدا تعالیٰ کو غیرت آئے گی اور اسے تمہیں سزا دینی پڑے گی فرمایا کہ اس عہد کو پورا کرو جس میں تم نے اللہ تعالیٰ کو ضامن مقرر کیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے عہد پورے نہ کرو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ خدائی عہد میں سچ بولنا شامل ہے۔ بلکہ ان الفاظ سے اس مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انہی عہدوں کی پابندی انسان پر فرض ہے کہ جن کا ضامن اللہ تعالیٰ ہو اور جن عہدوں کا ضامن اللہ تعالیٰ نہ ہو ان کا پورا کرنا غیر ضروری ہی نہیں بلکہ گناہ بھی ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ عہد جو انصاف اور سچائی پر مبنی ہے اس کا اللہ تعالیٰ ضامن ہوتا ہے، چاہے اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے یا نہ لیا جائے۔ جو بھی عہد انصاف اور سچائی پر مبنی ہو گا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم کے مطابق ہو گا اس عہد کا بہر حال ضامن اللہ تعالیٰ ہے، چاہے وہاں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے یا نہ لیا جائے فرماتے ہیں کیونکہ وہ ہر مومن سے سچائی کا عہد لے چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ ہر ایک سے عہد لے چکا ہے کہ میں سچ بولوں گا اور جو شخص اس عہد کے بعد کسی انسان سے کسی جائز امر کا اقرار کرتا ہے وہ اس عہد کے ساتھ گویا خدا تعالیٰ سے بھی ایک عہد باندھتا ہے اور خدا تعالیٰ اس عہد کا ضامن ہو جاتا ہے لیکن جو عہد کسی ناپاک امر یا کسی ظلم کے متعلق ہو اس کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عہد کا ضامن نہیں کیونکہ وہ گناہ اور ناپاکی کے لئے ضامن نہیں ہوتا۔ غرض اللہ تعالیٰ کے ضامن ہونے سے اس طرف اشارہ نہیں کیا کہ جن عہدوں پر قسم کھاؤ صرف انہیں پورا کرو بلکہ اس مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے کہ سب وہ عہد جو عدل، احسان اور ایتائے ذی القربیٰ کے مطابق ہوں انہیں پورا کرو اور وہ عہد جن میں فحشا، منکر اور بغی کا رنگ پایا جاتا ہو انہیں پورا نہ کرو ان کے بارے میں تم سے کوئی سوال نہ ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کا ضامن نہیں بلکہ ان سے منع کرتا ہے تو مذکورہ بالا حکم میں ان لوگوں کے لئے ہدایت ہے جو اگر کسی ناجائز امر پر قسم کھا لیتے ہیں تو عہد کی پابندی کے نام سے اس پر مصر رہتے ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۲۳۷۔۲۳۸)

جیسے کہہ دیتے ہیں کہ فلاں سے ہماری بول چال اس لئے بند ہے یا قطع تعلقی اس لئے کی ہوئی ہے کہ فلاں وقت اس نے مجھے تکلیف پہنچائی تھی اور باوجود کوشش کے ہماری صلح نہیں ہوئی اور یہ نہیں ہوا اور وہ نہیں ہوا، شکوے اور شکایتیں ہوتی ہیں تو اب میں نے بھی یہ عہد کر لیا ہے کہ میں اس سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ تو یہ غلط قسمیں ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے حکم تو یہ ہے کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے قطع تعلقی نہ کرو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ اسلامی اخلاق میں یہ داخل ہے اگر وعید کے طور پر کوئی عہد کیا جائے تو اس کا توڑنا حسن اخلاق میں داخل ہے مثلاً اگر کوئی اپنے خدمت گار کی نسبت قسم کھائے کہ میں اس کو ضرور پچاس جوتے ماروں گا تو اس کی توبہ اور تضرع پر معاف کرنا سنت اسلام ہے تا تخلق باخلاق ہو جائے۔ مگر وعدہ کا تخلف جائز نہیں ترک وعدہ پر باز پرس ہو گی مگر ترک وعید پر نہیں۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۶۔۲۷)

اب ایک اور بہت بڑا عہد ہے جو احمدیت میں شامل ہو کر ہم نے کیا ہے اور وہ یہ کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کریں گے اور یہ عہد کسی عام آدمی سے نہیں کر رہے بلکہ نبی کے ساتھ یہ عہد کیا ہے۔ اور نبی کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایک عہد باندھ رہے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ۔ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾۔ (سورۃ الفتح آیت ۱۱)

یقیناً وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں اور اللہ کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھ پر ہے پس جو کوئی عہد توڑے تو وہ اپنے ہی مفاد کے خلاف عہد توڑتا ہے اور جو کوئی اس عہد کو پورا کرے جو اس نے اللہ سے باندھا تو یقیناً وہ اسے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔

اب اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں شامل ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت میں بھی شامل ہو رہے ہیں۔ کیونکہ آپؐ کے حکم کے مطابق ہی ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا۔ تو کچھ نے تجدید بیعت کی ہے اور کچھ نئے شامل ہو رہے ہیں تو اس کے بعد بدعہدی کرنا تو اپنے آپ کو خسارے میں ڈالنے والی بات ہے۔ اور اگر اس عہد پر قائم رہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پھر میں اتنا بڑا اجر عطا کروں گا کہ جس کا تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے، جس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتے لیکن شرط یہ ہے کہ تمہیں بہرحال میری باتیں ماننی ہوں گی یہی کہ میری عبادت کرو، اپنے دل میں نوع انسان کی ہمدردی پیدا کرو، کبھی کسی انسان کو تمہارے سے دکھ نہ پہنچے اور دکھ پہنچانے والی ہر چیز سے تمہیں نفرت ہو۔ ہر وقت لوگوں کی بھلائی کا سوچو اور جھگڑوں کو ختم کرو اور صلح کی فضا پیدا کرو‘‘۔

پھر فرمایا کہ: ’’یہ تمہیں حکم ہے کہ یہ یہ کرو لیکن اگر تم باز نہ آئے اور زمین میں فساد پیدا کرتے رہے تو یقیناً تم خسارہ پانے والے ہو اور ایسے لوگ پھر عباد الرحمٰن نہیں ہوتے۔ رحمٰن خدا کے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں جیسا کہ فرمایا ہے۔ ﴿اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَاللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَاللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ۔ اُوْلٰئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔﴾

(سورۃ البقرہ آیت ۲۸)

یعنی وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو مضبوطی کے ساتھ باندھنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور ان تعلقات کو کاٹ دیتے ہیں جن کا جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو گھاٹا پانے والے ہیں۔

اب کن تعلقات کو اللہ تعالیٰ نے باندھنے کا حکم دیا ہے، جوڑنے کا حکم دیا ہے ان میں سے ایک تو یہی ہے جیسا کہ پہلے میں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا کرو، اس کی عبادت کرو، ہمیشہ اس کے آگے جھکو اور چھوٹے سے چھوٹے رنگ میں بھی اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ تمہاری نوکریاں، تمہارے کاروبار، تمہاری مصلحتیں اس کی عبادت سے تمہیں نہ روکیں۔ اس کے علاوہ قرابت داروں سے، عزیزوں سے، دوستوں سے، ہمسایوں سے ایک تعلق پیدا کرو، ایسا مضبوط پیار اور محبت کا تعلق پیدا کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ پھر کہا جا سکتا ہے کہ تم صلہ رحمی کرنے والے ہو اور قطع رحمی کرنے والے نہیں ہو کیونکہ قطع رحمی کرنے والے آخر کار وہی ہوتے ہیں جو زمین میں فساد پیدا کرنا چاہتے ہیں اور فساد پیدا کرنے والے خسارے میں ہیں گھاٹا پانے والے ہیں۔ اب جس کے دل میں خوف خدا ہے وہ تو اس بات سے ہی کانپ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو خسارے کی وارننگ دی ہے لیکن بعض اس بات کو آسانی سے نہیں سمجھتے تو ان کے لئے مزید کھول کر فرما دیا کہ ﴿وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَاللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَاللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُوْلٰٓئِکَ لَھُمُ اللَّعْنَۃُ وَلَھُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾۔ (سورۃ الرعد آیت ۲۶)

اور وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پختگی سے باندھنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اسے قطع کرتے ہیں جسے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد کرتے پھرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے بدتر گھر ہو گا۔

تو یہاں فرمایا کہ دیکھو یہ خسارہ کیا ہے جو تمہیں اپنی بدعہدی کی وجہ سے ہو گا۔ یہ نقصان کیا ہے جو تمہیں اپنے عہد توڑنے کی وجہ سے برداشت کرنا پڑے گا۔ تو سنو اس کو معمولی نہ سمجھو یہ بہت بڑا

Kaiser Travel

Tel: 040-89726601 Mob: 0177-7601843 Fax : 040-89726603

اپنے کرم فرماؤں کے لیے خوشخبری

دنیا بھر میں کسی بھی جگہ خوشگوار سفر کے لئے خصوصی رعایت کے ساتھ سستی اور یقینی نشستوں کے حصول کے لئے ہماری خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔ ہمارے ہاں ہر ائیر لائن کی ٹکٹوں کی سہولت موجود ہے۔

پاکستان کے لئے ہماری سپیشل آفر

☆GULF AIR فرینکفرٹ سے کراچی، اسلام آباد، پشاور، لاہور 429.- Euro

سستی اور یقینی نشستیں حاصل کرنے کیلئے جلد سے جلد رابطہ کریں! بکنگ کی کوئی فیس نہیں!

گرمیوں کی چھٹیوں میں پریشانی سے بچنے کیلئے ابھی سے بکنگ کروائیں

Preis gilt bis zum 30.06.2004☆Alle Priese sind in Euro ohne Tax

Änderung und Druckfehler vorbehalten.

ACHTUNG! Storno Gebühren nach der Ticket ausstellung zwichen 100 und 150 Euro p.Person

نقصان ہے جس کی برداشت کی تم میں طاقت نہیں ہے، ان بدعہدیوں کی سزا یہ ہوگی، ایسے بدعہدوں کو فرمایا کہ پھر تم پر لعنت ہوگی، اب اللہ جس پر لعنت ڈال دے اس کا تو نہ دین رہا نہ دنیا رہی اور پھر بدتر گھر ہوگا مرنے کے بعد بھی تمہارا ٹھکانہ جہنم ہی ہوگا اور وہ ایسا ٹھکانہ ہے کہ پھر اگر تم ہاتھ بھی جوڑتے رہو گے کہ اے اللہ تعالیٰ! ہم سے غلطی ہوگئی، ہمیں ایک موقع دے واپس دنیا میں بھیج دے تو ہم نیکیاں کریں تو وہ سب بے فائدہ ہوگا۔

تو دیکھیں کتنا خوفناک انذار ہے۔ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ عہد کرو، معاہدے کرو، توڑ دو کوئی فرق نہیں پڑتا اور کیونکہ عمومی طور پر معاشرہ بگڑا ہوا ہے اس لئے جب ایسے لوگوں کے پاس (یہ دنیادار لوگوں کی میں بات کر رہا ہوں) جب حکومت آتی ہے تو حکومتی معاہدوں کو بھی عذر تلاش کر کے توڑنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں اس لئے ہر سطح پر اب یہ احمدی کی ذمہ واری ہے کہ وہ معاہدوں کی پاسداری کرنے والے اور کرانے والے ہوں۔ اور اس اعلیٰ خلق کو قائم کرنے والے ہوں۔

حدیث میں آتا ہے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص امانت کا لحاظ نہیں رکھتا اس کا ایمان کوئی ایمان نہیں اور جو عہد کا پاس نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔ (مسند احمد بن حنبل جلد۳ صفحہ ۱۳۵ مطبوعہ بیروت)

پھر حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی سے جھگڑے کی طرح نہ ڈالو اور نہ اس سے بیہودہ تحقیر آمیز مذاق کرو اور نہ اس سے ایسا وعدہ کرو جسے پورا نہ کر سکو۔ (الادب المفرد لامام بخاری۔ الجامع الصغیر لسیوطی حرف 'لا')

بعض لوگ ضرورت کے وقت کسی سے قرض لے لیتے ہیں اور بڑے اعتماد سے اس کی لکھت پڑھت بھی کر لیتے ہیں کبھی شک ہی نہیں پڑتا اور قرض لینے والے کو خود یہ پتہ ہوتا ہے کہ ہم اس مدت میں یہ ادا نہیں کر سکیں گے تو ایسے لوگوں کو بھی یہ خیال رکھنا چاہئے کہ جب یہ پتہ ہو کہ نہیں ادا کر سکتے تو پھر صاف صاف بات کرنی چاہئے، قول سدید سے کام لینا چاہئے کہ اتنی مدت سے پہلے ادا کرنا ممکن نہیں جتنی مدت میسر ہے کرو، دینے والا اگر اس مدت میں برداشت کر سکے گا تو دے دے گا نہیں دے گا تو کہیں اور سے انتظام کر لے گا۔ تو بہرحال بدعہدی نہیں ہونی چاہئے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین علامتیں ہیں جب گفتگو کرتا ہے تو کذب بیانی سے کام لیتا ہے، جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔

(بخاری کتاب الشہادات باب من امر بانجاز الوعد وفعلہ الحسن)

اب اگر کسی کو یہ پتہ چلے کہ فلاں نے مجھے منافق کہا تو فوراً مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں، یہ تصور ہے لیکن اگر وہی بدعہد ہے اور اپنے وعدے کے خلاف کرتا ہے تو اس کو کبھی احساس ہی نہیں ہوتا پرواہ ہی نہیں ہو رہی ہوتی۔ ایک عام آدمی کے منافق کہنے پر تو بہت زیادہ غصے میں آجاتے ہیں لیکن اللہ کے رسولؐ نے ایسے لوگوں کو منافق کہا ہے تو پھر ایسے لوگوں کو بہرحال دل میں خوف ہونا چاہئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یاد رکھو کہ منافق وہی نہیں ہے جو ایفائے عہد نہیں کرتا، زبان سے اخلاص ظاہر کرتا ہے مگر دل میں اس کے کفر ہے بلکہ وہ بھی منافق ہے جس کی فطرت میں دورنگی ہے اگرچہ وہ اس کے اختیار میں نہ ہو۔ صحابہ کرام کو دیکھو (اب یہ بہت باریک تشریح حضرت مسیح موعودؑ فرما رہے ہیں) کہ صحابہ کرام کو اس دورنگی کا بہت خطرہ رہتا تھا، ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ رو رہے تھے تو حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو کہا کہ اس لئے روتا ہوں کہ مجھ میں نفاق کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ جب میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا ہوں تو اس وقت دل نرم اور اس کی حالت بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر جب ان سے جدا ہوتا ہوں تو وہ حالت نہیں رہتی۔ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہ حالت تو میری بھی ہے پھر دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کل ماجرا بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم منافق نہیں ہو، انسان کے دل میں قبض اور بسط ہوتی رہتی ہے یعنی تنگی بھی آتی ہے مختلف حالتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ جو حالت تمہاری میرے پاس ہوتی ہے اگر وہ ہمیشہ رہے تو فرشتے تم سے مصافحہ کریں۔

تو اب دیکھو صحابہ کرام اس نفاق اور دورنگی سے کس طرح ڈرتے تھے جب انسان جرأت اور دلیری سے زبان کھولتا ہے تو وہ بھی منافق ہوتا ہے۔ دین کی ہتک ہوتی سنے اور وہاں کی مجلس نہ چھوڑے یا ان کو جواب نہ دے تب بھی منافق ہوتا ہے۔ اگر مومن میں غیرت اور استقامت نہ ہو تب بھی منافق ہوتا ہے، جب تک انسان ہر حال میں خدا کو یاد نہ کرے تب تک نفاق سے خالی نہ ہوگا اور

یہ حالت تم کو بذریعہ دعا حاصل ہوگی، ہمیشہ دعا کرو کہ خدا تعالیٰ اس سے بچاوے جو انسان داخل سلسلہ ہو کر پھر بھی دورنگی اختیار کرتا ہے تو وہ اس سلسلے سے دور رہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے منافقوں کی جگہ **اسفل السافلین** رکھی ہے کیونکہ ان میں دورنگی ہوتی ہے اور کافروں میں یک رنگی ہوتی ہے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۴۵۵،۴۵۶ جدید ایڈیشن)

یعنی کافر کم از کم کھل کر دشمن ہوتے ہیں منافقت نہیں کر رہے ہوتے۔

حضرت زید بن ارقمؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کوئی آدمی اپنے بھائی کے ساتھ وعدہ کرے اور اس کی نیت اسے پورا کرنے کی ہو مگر کسی وجہ سے وہ اس کو پورا نہ کر سکے اور وقت پر نہ آئے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (سنن ابو داؤد۔ سنن ترمذی)

تو ایسے لوگوں کی پھر اللہ تعالیٰ بھی مدد فرماتا ہے۔ کیونکہ ان کی نیت نیک ہوتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ بیان فرمایا تھا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص کا قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ وہ اپنی قوم کے ایک امیر شخص کے پاس گیا اور ایک ہزار اشرفی کا اس سے قرض مانگا تو اس شخص نے کہا تمہارا ضامن کون ہے تو اس نے کہا کہ میرا ضامن تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ پھر اس نے کہا کہ گواہ کون ہوگا، اس نے کہا گواہ بھی میرا خدا تعالیٰ ہی ہے۔ قرض دینے والے نے اس کی بات پر اعتبار کر لیا اور مقررہ مدت کے لئے ایک ہزار اشرفی اس کو دے دی اس کے بعد قرض لینے والا اپنے کام سے سمندری جہاز پر بیٹھا اور چلا گیا جب قرض کی واپسی کا وقت قریب آیا تو وہ ساحل سمندر پر آیا کہ واپس جائے کیونکہ اس کا کام بھی ختم ہو گیا تھا اور جس سے قرض لیا ہے اس کی ایک ہزار اشرفی بھی واپس کر سکے تو کئی دن وہ ساحل پر انتظار کرتا رہا لیکن کوئی جہاز نظر نہیں آ رہا تھا جس پر وہ جا سکے۔ تو آخر اس نے یہ سوچا کہ میں نے وعدہ کیا ہوا ہے کہ اس عرصے میں اس وقت تک بہرحال میں رقم ادا کروں گا اور اللہ تعالیٰ میرا گواہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی میرا ضامن ہے تو اس نے ایک لکڑی لی اس میں سوراخ کیا اور اس میں ایک ہزار اشرفی ڈال کر اور ساتھ ایک خط لکھ کر کہ میں نے بڑی کوشش کی ہے مجھے سواری نہیں مل سکی تو میں نے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ضامن ٹھہرایا ہے، اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرایا ہوا ہے اس لئے اسی کے بھروسے پر یہ لکڑی سمندر میں ڈالتا ہوں اور پھر دعا کی کہ اے اللہ! تیری خاطر اس شخص نے مجھے قرض دیا تھا اور تو میرا ضامن اور گواہ ہے اس لئے اس تک پہنچا بھی دے۔ اتفاق سے جس دن قرض کی واپسی کا وعدہ تھا جس شخص نے قرض دیا تھا وہ بھی دوسری طرف سمندر کے کنارے کھڑا ہو کہ شاید جہاز آتا ہو اور جس نے میرا قرض واپس کرنا ہے آ جائے، تو اس کو جہاز تو کوئی نظر نہیں آیا البتہ ایک لکڑی تیرتی ہوئی نظر آئی، درخت کا ایک ٹکڑا۔ اس نے اس لکڑی کو کنارے سے نکال لیا اور گھر لے گیا کہ جلانے کے کام آئے گی۔ تو گھر جا کر جب اس نے چیرا، لکڑی کو کلہاڑے سے پھاڑا تو اس میں سے ایک ہزار اشرفی اور وہ خط نکل آیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ وجہ ہوگئی جس کی وجہ سے میں نہیں آ سکا۔ بہرحال کچھ دنوں کے بعد اس کو جہاز بھی مل گیا اور وہ جہاز پہ بیٹھ کر وہ اپنے گھر پہنچ گیا، جس سے قرض لیا تھا اس شخص کو بھی پیسے دینے کے لئے گیا کہ یہ لو اپنی ایک ہزار اشرفی۔ تو جس نے قرض دیا تھا اس نے کہا کہ تم نے مجھے پہلے بھی کوئی رقم بھیجی ہے؟ اس نے کہا ہاں یہ رقم میں نے بھیجی تھی۔ اس نے کہا ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ نے وہ مجھے پہنچا دی ہے۔ اور عین وقت پہ پہنچا دی ہے۔ (بخاری کتاب الکفالۃ باب الکفالۃ فی القرض والدیون)۔ تو یہ ہے عہدوں کا پاس۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کوئی عہد کریں تو اللہ تعالیٰ بھی مدد فرماتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہمارے بزرگ اصحاب جبکہ ہم ابھی بچے تھے جھوٹی قسمیں کھانے اور جھوٹی گواہی دینے اور عہد کر کے پورا نہ کرنے پر ہماری سرزنش فرمایا کرتے تھے۔

(مسند احمد بن حنبل)

تو اعلیٰ اخلاق کی تربیت ہمیشہ بچپن سے ہی ہوتی ہے۔ اس لئے ہمیں بھی اپنے بچوں کی بچپن سے ہی تربیت کرنی چاہئے اور یہ نہیں کہ ابھی عمر نہیں آئی اس لئے تربیت کی ضرورت نہیں ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں جو بظاہر چھوٹی لگتی ہیں یہی بڑے ہو کر اعلیٰ اخلاق بنتے ہیں۔

حضرت ابوامامہ باہلی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا مجھ سے کون عہد باندھتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبانؓ نے عرض کیا حضورؐ میں عہد باندھنے کے لئے تیار ہوں، حضورؐ نے فرمایا عہد کرو کہ تم کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگو گے، اس پر ثوبان نے عرض کیا حضور اس عہد کا اجر کیا ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا جنت۔ اس پر ثوبان نے حضورؐ کے اس عہد پر عمل کرنے کا اقرار کیا۔ ابوامامہ کہتے ہیں میں نے ثوبان کو مکے میں دیکھا کہ سخت بھیڑ کے باوجود

بھی اگر وہ گھوڑے پر بیٹھے ہوتے تھے تو اگر چابک بھی گر جاتا تھا تو کسی کو یہ نہیں کہتے تھے کہ اٹھا کر دو بلکہ اتر کر زمین پر سے اٹھاتے تھے اور اگر کوئی شخص پکڑانا بھی چاہتا تھا تو نہ لیتے بلکہ خود اتر کر اٹھاتے تھے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد کیا ہوا ہے۔(الترغیب والترھیب)تو عہد نبھانے کے یہ معیار ہیں۔

پھر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ مجھے ابوسفیان نے بتایا کہ ھرقل نے انہیں کہا کہ میں نے یہ پوچھا تھا کہ محمدؐ تمہیں کس چیز کا حکم دیتا ہے اس کا تو نے جواب دیا کہ وہ نماز، صدق، پاک دامنی، عہد پورا کرنے اور امانتیں ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ھرقل نے کہا یہی تو ایک نبی کی صفت ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الشہادات)

شہنشاہ روم ھرقل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلیغی خط ملنے پر اپنے دربار میں سردار قریش ابوسفیان کو بلا کر جب بغرض تحقیق کچھ سوال کئے تو یہی پوچھا تھا کہ کیا اس مدعی رسالت نے کبھی کوئی بدعہدی بھی کی ہے۔تو ابوسفیان رسول اللہؐ کا جانی دشمن تھا مگر پھر بھی اسے ھرقل کے سامنے تسلیم کرنا پڑا کہ آج تک اس نے ہم سے کوئی بدعہدی نہیں کی۔ البتہ آج کل ہمارا ایک معاہدہ چل رہا ہے،(جو حدیبیہ کا تھا)، دیکھیں اس میں وہ کیا کرتے ہیں تو ابوسفیان کہتا ہے کہ میں ھرقل کے سامنے اس سے زیادہ اپنی گفتگو میں حضورؐ کے خلاف کوئی بات داخل نہیں کر سکا تھا۔(بخاری بدء الوحی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عہدوں کی پابندی کی اس قدر تلقین فرمائی ہے کہ بعض دفعہ مسلمانوں کو انتہائی تکلیف دہ صورتحال دیکھ کر بھی کبھی عہد شکنی نہیں کی۔

ایک روایت ہے کہ صلح حدیبیہ میں ایک شق یہ تھی کہ مکے سے جو مسلمان ہو کر مدینے چلا جائے گا وہ اہل مکہ کو واپس کر دیا جائے تو عین اس وقت جب معاہدے کی شرطیں زیر تحریر تھیں اور آخری دستخط نہ ہوئے تھے حضرت ابوجندل پابہ زنجیر مکہ کی قید سے فرار ہو کر آ گئے اور رسول اللہؐ سے فریادی ہوئے اور تمام مسلمان اس دردانگیز منظر کو دیکھ کر تڑپ اٹھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اطمینان سے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے ابوجندل! صبر کرو ہم بدعہدی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے لئے کوئی راستہ نکالے گا۔

(صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد)

صلح حدیبیہ کی ایک شق یہ بھی تھی کہ مسلمان بھاگ کر مدینے جائے گا تو اس کو واپس اہل مکہ کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اس شق پر مسلمانوں نے تکمیل معاہدہ سے بھی پہلے عمل کر کے دکھایا اور مکہ سے بھاگ کر آنے والے ابوجندل کو دوبارہ اس کے باپ کے سپرد کر دیا گیا جس نے پھر اسے اذیت ناک قید میں ڈال دیا۔تو یہ ہے معاہدوں کی پابندی۔

پھر صلح کے زمانے میں مسلمانوں کی غیر معمولی کامیابیاں دیکھ کر قریش نے معاہدہ امن توڑنا چاہا اور قریش کے ایک گروہ نے اپنے حلیف بنوبکر سے ساز باز کر کے تاریک رات میں مسلمانوں کے حلیف بنوخزاعہ پر حملہ کر دیا تو خزاعہ نے حرم کعبہ میں پناہ لی لیکن پھر بھی اس کے ۲۳ آدمی نہایت بے دردی سے قتل کر دیئے گئے۔ خود سردار قریش ابوسفیان کو پتہ چلا تو اس نے اسے اپنے آدمیوں کی شرانگیزی قرار دیا اور کہا کہ اب محمدؐ ہم پہ ضرور حملہ کریں گے۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے بھی

سیٹلائٹ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع بذریعہ وحی اسی صبح کر دی تھی تو آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو یہ واقعہ بتا کر فرمایا کہ منشاء الٰہی یہی معلوم ہوتا ہے کہ قریش کی اس بدعہدی کا ہمارے حق میں کوئی بہتر نتیجہ ظاہر ہو اور پھر تین روز بعد قبیلہ بنوخزاعہ کا چالیس شتر سواروں کا ایک وفد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی بنوبکر اور قریش نے مل کر بدعہدی کر کے شب خون مار کر ہمارا قتل عام کیا ہے۔اب معاہدہ حدیبیہ کی رو سے آپ کا فرض یہ ہے کہ ہماری مدد کریں تو بنوخزاعہ کے نمائندہ عمرو بن سالم نے اپنا حال زار بیان کر کے خدا کی ذات کا واسطہ دے کر ایفائے عہد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے عرض کیا

يَا رَبِّ اِنِّي نَاشِدٌ مُحَمَّدًا ☆ خَلْفَ اَبِيْنَا وَاَبِيْهِ الْاَتْلَدَا

یعنی اے میرے رب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرا واسطہ دے کر مدد کے لئے پکارتا ہوں اور اپنے آباء اور اس کے آباء کے پرانے حلف کا واسطہ دے کر عہد پورا کرنے کا خواستگار ہوں۔

تو خزاعہ سے مظلومیت کا حال سن کر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا، آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ نے ایفائے عہد کے جذبے سے سرشار ہو کر فرمایا کہ اے بنوخزاعہ! یقیناً یقیناً تمہاری مدد کی جائے گی، اگر میں تمہاری مدد نہ کروں تو خدا میری مدد نہ کرے۔تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عہد پورا کرنے والا اور باوفا پاؤ گے، تم دیکھو گے کہ جس طرح میں اپنی جان اور بیوی بچوں کی حفاظت کرتا ہوں اسی طرح تمہاری حفاظت کروں گا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام جلد ۴ صفحہ ۸۶۔ مطبوعہ بیروت)

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوبکر کے ساتھ کیا گیا عہد پورا فرمایا اور دس ہزار قدوسیوں کو ساتھ لے کر ان پر ہونے والے مظالم کا بدلہ لینے کے لئے نکلے اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ کی شاندار فتح عطا فرمائی۔

(السیرۃ الحلبیہ جز ۳ صفحہ ۸۲ تا ۸۵۔مکتبہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انسان کے جان و مال اور تمام قسم کے آرام خدا کی امانت ہے۔ جس کو واپس دینا امین ہونے کے لئے شرط ہے لہٰذا ترک نفس وغیرہ کے یہی معنے ہیں کہ یہ امانت خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر کے اس طور سے یہ قربانی ادا کرے اور دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایمان کے وقت اس کا عہد تھا اور جو عہد اور امانتیں مخلوق کی اس کی گردن پر ہیں ان سب کو ایسے طور سے تقویٰ کی رعایت سے بجا لاوے پھر وہ بھی ایک سچی قربانی ہو جاوے کیونکہ دقائق تقویٰ کو انتہا تک پہنچانا یہ بھی ایک قسم کی موت ہے۔

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ ۳۸۷)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ انسان کی تمام روحانی خوبصورتی تقویٰ کی تمام باریک راہوں پر قدم مارنا ہے۔تقویٰ کی باریک راہیں روحانی خوبصورتی کے لطیف نقوش اور خوشنما خدوخال ہیں اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی امانتوں اور ایمانی عہدوں کی حتی الوسع رعایت کرنا اور سر سے پیر تک جتنے قویٰ اور اعضاء ہیں جن میں ظاہری طور پر آنکھیں اور کان اور ہاتھ اور پیر اور دوسرے اعضاء ہیں اور باطنی طور پر دل اور دوسری قوتیں اور اخلاق ہیں ان کو جہاں تک طاقت ہو ٹھیک محل ضرورت پر استعمال کرنا اور ناجائز مواقع سے روکنا اور ان کے پوشیدہ عملوں سے متنبہ رہنا اور اسی کے مقابل پر حقوق العباد کا بھی لحاظ رکھنا یہ وہ طریق ہے جو انسان کی تمام روحانی خوبصورتی اس سے وابستہ ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا ہے چنانچہ ﴿لِبَاسُ التَّقْوٰی﴾ قرآن شریف کا لفظ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے یعنی ان کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تابمقدور کاربند ہو جائے۔(جتنی طاقت ہے ان کا پابند رہے، ان کو بجا لائے)۔

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ ۳۶۷۔۳۶۸)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے کئے گئے تمام عہدوں پر کاربند رہنے اور ان کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اللہ کی مخلوق سے کئے گئے تمام وعدے اور عہد بھی پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگیاں گزارنے والے ہوں۔

حقیقی رہنما

(عبدالسلام ٹاک ۔سرینگر کشمیر)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فطرت انسانی میں جو اچھی باتیں ودیعت کر رکھی ہیں ان میں آس اور امید بھی ہے۔آدمی دوطرح سے اس امید سے فائدہ حاصل کرتا ہے ۔مادی اور روحانی ۔ایک تو خود اس کے آزمودہ تجربات ہیں مثلاً یہ علم اب انسان کا پرکھا ہوا ہے کہ بیج بونے پر یہ مٹی میں پھوٹتا ہے۔پھراس کا پودا ابھرتا ہے۔ پھر یہ بڑا ہوجاتا ہے اور اس میں پھل آتا ہے ۔اگر حالات فصل کے سازگار اور مناسب ہوں تو یہ خوب ہوتی ہے ۔اگر بیج ناقص ہو یا اس کی نشونما میں رکاوٹیں پیدا ہوں تو فصل خراب ہوکر زیاں بھی ہوتا ہے ۔یہ مادی حالت ہے۔انسان کی روحانی حالت کا بھی کچھ اس سے ملتا جلتا نقشہ ہے ۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجاز بنایا ہے کہ وہ اپنی فطرت کے مطابق اپنی روحانی حالت کو اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق صحیح رنگ میں رکھے یا پھر اس نیک فطرت سے سرکشی کر کے گمراہی اختیار کرے۔جس طرح مادی حالت میں دنیا کا اتار چڑھاؤ حالات وواقعات کے تابع ہے کہ اس میں موسم بدلتے رہتے ہیں ۔خشک سالی اورقحط کے حالات کے بعد باران رحمت سے مردہ زمین پھر سے لہلہا اٹھتی ہے ۔ بعینہ کچھ یہی حال روحانی عالم کا بھی ہے ۔روحانی عالم میں بھی قحط اور خشک سالی نمودار ہوتو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انسان کے روحانی سدھار کے لئے وقتاً فوقتاً اپنے مامور اور مصلح بھیجتا رہتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہنے والا ہے ۔بند ہونے والا نہیں ۔جب جب دنیا میں فسق و فجور بڑھتا ہے ۔بندہ اپنے پیدا کرنے والے سے برگشتہ ہو جاتا ہے ۔یا پھر مرور زمانہ سے بدیاں نیکیوں پرفروغ پاتی ہیں ۔ایسے وقت میں رحمت الٰہی جوش میں آکر بندوں کے روحانی سدھار کے لئے کسی مصلح کو مامور فرماتا ہے ۔وہ اپنے اس مامور کو کبھی ارشاد فرماتا ہے کہ پہنچا دے جو تم پر نازل کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ لوگوں کے شر سے تمہیں محفوظ رکھے گا۔تو کبھی فرماتا ہے کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔

قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے مطابق بعثت اسلام کی چودھویں صدی میں بھی ایک مامور من اللہ کے آنے کی پیشگوئیاں ہیں اور اس کی بعثت کا پس منظر بھی تفصیلاً درج ہے ۔اس کے متعلق پیش خبری ہے کہ وہ ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا جائے گا تا کہ دین اسلام کو باقی تمام دوسرے ادیان پر غالب کرے اور اگر ایمان دنیا سے اٹھ کر ثریا ستارے تک بھی چلا گیا ہوتو یہ شخص اس کو دنیا میں واپس لائے گا ۔اس کے لئے زمین پہلے سے ہی تیار کی گئی تھی ۔زمانہ بہت ترقی کر گیا ہے ۔ پوری دنیا ایک شہر، قصبے یا گاؤں میں تبدیل ہو چکی ہے ۔سالوں کا سفر مہینوں اور دنوں سے گھٹ کر گھنٹوں پر آگیا ہے ۔دنیا بھر میں کہیں بھی کوئی بات ہوجائے ،منٹوں اور سیکنڈوں میں ٹی ۔وی کے پردوں اور ریڈیو کی لہروں پر اس کی نمائش اور خبریں پھیل جاتی ہیں۔

انہی حالات میں موعود اقوام عالم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے وجود میں دنیا میں آیا اور قانون قدرت کے عین مطابق کامیاب زندگی گزار کر مالک حقیقی سے جاملا لیکن جانے سے پہلے باذن الٰہی نہ صرف اپنے مشن کی تکمیل بطور احسن کی بلکہ اپنے اس مشن کو خلافت علی منہاج النبوۃ پر قائم فرما کر اس کو صرف دوام ہی نہیں بخشا بلکہ آنے والے زمانوں میں غلبۂ اسلام کو یقینی بنا کر اس کی راہیں بھی متعین فرمائیں ۔جس یقین اور ایمان اور تحدی سے اس نے اپنے مشن کی کامیابی کی پیشگوئی اس وقت فرمائی جب اس پر ایمان لانے والوں کو قتل اور سنگسار کیا جا رہا تھا وہ پیشگوئی ایک مجذوب کی بڑ نہیں تھی بلکہ خدا خود اس کی زبان سے بول رہا تھا۔وہ فرماتے ہیں:۔

’’یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا ۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی ۔تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ ابھی آسمان سے نہ اترا ۔تب سب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائینگے اوراور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت ناامید اور بدظن ہوکر اس عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴۔۶۵)

تیسری صدی تو بہت دور ہے ۔ابھی تو دوسری صدی کی شروعات ہی ہیں کہ نیک طبع لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ آخر اسلام کا موعود غلبہ کب ہوگا ؟ اپنی انتہائی حالت زار کو دیکھ کر اور اپنا کوئی حقیقی راہنما اور رہبر نہ پا کر وہ فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے مولائے حقیقی سے ایک سچے رہنما کے طالب نظر آتے ہیں۔چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔

’’مسلم امہ کو حقیقی رہنما کی ضرورت ہے‘‘

’’حرمین شریفین میں جمع تین ملین مسلمان امت کے لئے رہنما تلاش کریں‘‘۔(محب وطن پارٹی)

’’نیویارک (پ ر) پاکستان محبّ وطن پارٹی نے مسلمانوں کی حالت زار پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ دنیا بھر میں مسلمان مظلوم ہیں ۔ شیشان میں روس کی بربریت جاری ہے ۔کوسووا میں ۹۸ فیصد نیٹو اور سربوں کی قید میں ہیں ۔کشمیر میں اکثریت ہندو فوج کے محاصرے میں ہیں۔فلسطین میں مسلم خون ارزاں ہے،افغانستان کو عراق کی طرح پابند سلاسل کیا جارہا ہے ۔یہ عید کسی بھی طرح مسلمانوں کے لئے خوشی کا سبب نہیں ہے ۔۳ ملین مسلمانوں کو حرمین میں امت کے لئے رہنما تلاش کرنا چاہیئے ۔ آخر کب تک مسلمان غیروں کے رحم وکرم پر رہینگے ۔

غیر مسلموں کے لئے نیٹو ،ویٹیکن اور کرسچن مشنریز بے حد درد مند ہیں ،مشرقی تیمور ،آریان جایا،آچے اور سوڈان میں عیسائیوں پر نام نہاد ظلم پر مدد کے لئے متحرک اور متحد ہیں جبکہ مسلمان اگر دفاع یا مزاحمت بھی کریں تو Terrorists, Extremists, اور Wanted بن جاتے ہیں ۔ ہم تمام مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس رہنما کے لئے دعا کریں جو بکھری امت کو مجتمع کر سکے اور ان کے ظلم کے خلاف آواز اٹھا سکے اور ان کی حفاظت کے لئے عملی اقدام کر سکے۔

یہ عید مسلمانوں کو سوگ میں گزارنی چاہیئے ۔ان مسلمان عورتوں ،بچوں اور کمزوروں کو یاد رکھنا چاہیئے جو مدد کے لئے ہم سب کی طرف دیکھ رہے ہیں ۔جن میں ظلم کے خلاف کچھ کرنے کی جرأت نہیں ہے ۔اس عید پر ہم اپنے مسلمان بچوں کو ان بچوں کی جگہ دیکھیں جو لٹے ، جلے اور بم سے تباہ حال گھروں میں عید کے لئے ترس رہے ہیں ۔اگر ہم نے ان مظلوم مسلمانوں کا درد محسوس نہ کیا اور اپنی ذمہ واری پوری نہ کی تو ظلم کی یہ آگ جلد ہمارے دروازوں پر دستک دیگی ۔ہم مظلوم مسلمانوں کی مدد کر کے ہی اس دنیا کو امن کا گہوارہ بنا سکتے ہیں جو ہمارے اسلاف کی روایت رہی ہے ۔ مسلمان اپنی اساس پر ہی عمل کر کے مغرب کو انسانیت، رواداری اور ہمدردی کا سبق دے سکتے ہیں ۔ مسلمانوں کا اتحاد مغرب کی سلامتی کا ضامن ہے تا کہ مغرب کو ظلم و بربریت سے روکا جاسکے۔‘‘

(ہفت روزہ اردو ٹائمز نیو یارک ۲۰/ دسمبر ۲۰۰۰)

اس سلسلے میں ’’پاکستان پوسٹ نیویارک دسمبر ۲۱ تا ۲۷ دسمبر ۲۰۰۰ء‘‘ رقمطراز ہے:۔

’’حرمین شریفین میں جمع ہونے والے ۳ ملین مسلمان رہبر کی دعا مانگیں۔‘‘

’’پوری امت مسلمہ یتیم زندگی بسر کر رہی ہے اور یتیم عید پر سوگوار ہیں‘‘

’’ہم تمام مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس رہنما کے لئے دعا کریں جو بکھری ہوئی امت کو مجتمع کر سکے۔‘‘

حضرت مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام کے دعوی مسیحیت ومہدویت کی مخالفت نہ صرف انفرادی و اجتماعی طور پر عُلَمَآءُ هُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ کی طرف کی سے کی گئی بلکہ بعض حکومتوں کی سطح پر بھی بقول کسے اس ’’کینسر‘‘ کو مٹانے کی مہمیں چلائی گئیں ۔لیکن اللہ تعالیٰ کا جاری کردہ ی سلسلہ ’’کینسر‘‘ نہ تھا بلکہ امت مرحومہ کے لئے وہ تریاق ہے جس سے اس کی نشأۃ ثانیہ مقصود و مقدر ہے ۔اللہ تعالیٰ اپنی فعلی شہادت سے اس سلسلے کے حق میں راستے صاف کرتا گیا یہاں تک کہ اس سلسلہ کو بزعم خود پیس کر رکھ دینے والے اور اس کو صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹانے والے فرعون وہامان اس راہ میں کٹتے اور مٹتے گئے ۔لیکن یہ سلسلہ حق اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے ایک واجب الاطاعت خلیفہ کی امامت میں آگے ہی آگے بڑھتا ، پھولتا اور پھلتا جا رہا ہے ۔دنیا کے دور افتادہ ایک غیر معروف گاؤں سے اٹھنے والی بظاہر یہ کمزور آواز چار دانگ عالم میں پھیل کر سعید روحوں کو اپنی جانب کچھ اس طرح سے کھینچ رہی ہے کہ سینکڑوں سے بڑھ کر لاکھوں سے بڑھ کر کروڑوں افراد ہر سال اس جماعت میں شامل ہوکر خلافت حقہ کی نعمت سے متمتع ہوکر اپنی دینی اور دنیاوی حالت کے سدھارنے میں خوب مگن ہوکر حقیقی رہنما یعنی امام وقت کی دعاؤں ،شفقت اور رہبری سے فیضیاب ہو رہے ہیں ۔لہٰذا اب بھی جو اس جماعت سے دور ہے اس کو فوراً اس خدائی آواز پر لبیک کہہ کر فرقہ ناجیہ میں شمولیت کی سعادت حاصل کر لینی چاہیئے۔

گھروں کو برکت بخشنے کا ذریعہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

’’......وہ نعمت جو قرآن کریم کی شکل میں آپ کو حضرت مسیح موعود کے طفیل دوبارہ ملی ہے اگر وہ ورثہ کے طور پر آپ کے بچوں کو نہیں ملتی تو آپ اپنی زندگی کے دن پورے کر کے خوشی سے اس دنیا سے رخصت نہیں ہوں گے۔ جب آپ کو یہ نظر آرہا ہوگا کہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کا خزانہ یعنی قرآن کریم جو آپ نے حضرت مسیح موعود کے طفیل حاصل کیا تھا اس سے آپ کے بچے کلیۃً ناواقف ہیں تو موت کے وقت آپ کو کیا خوشی حاصل ہوگی ۔آپ ان جذبات کے ساتھ دنیا کو چھوڑ رہے ہوں گے کہ کاش آپ کی آئندہ نسل بھی ان نعمتوں کی وارث ہوتی جن کو آپ نے اپنی زندگی میں حاصل کیا تھا۔پس تم اپنی جانوں پر رحم کرو اور پھر ان گھروں پر رحم کرو جن میں تم سکونت پذیر ہو کیونکہ قرآن کریم کے بغیر آپ کے گھر بھی بے برکت رہیں گے‘‘۔(الفضل ۱۹/فروری ۱۹۶۶ء)

TOWNHEAD PHARMACY

FOR ALL YOUR

PHARMAECUTICALS NEEDS

☆......☆......☆

31 Townhead Kirkintilloch

Glasgow G66 1NG

Tel: 0141-211-8257

Fax: 0141-211-8258

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

میرے والد صاحب نے احمدیت کیسے قبول کی!

(خالد ملک خاکسار خالد ملک ابن میاں رکن الدین صاحب مرحوم))

ہمارے آباؤ اجداد کا تعلق شوپیاں مَلکاں نزد سری نگر ریاست کشمیر سے ہے اور مَسلکِ اہل حدیث! میرے دادا جان مرحوم ۱۸۵۰ء میں ہجرت کر کے اُس وقت کی انگریزی عملداری ضلع گوجرانوالہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں آباد ہوئے۔ جس کا نام ککہ کولو تھا۔

وہ اپنے وقت کے بہترین طبیب تھے۔ لیکن حکمت کو ذریعہ معاش نہیں بنایا بلکہ خلق خدا کی خدمت کیلئے وقف رکھا۔ اور اپنی گز ربسر کپڑے کی تجارت سے کرتے تھے۔ میرے دادا کا نام جیون ملک تھا۔ ان کی نرینہ اولاد میں میرے تایا جان ملک عمر دین۔ ملک محمد دین اور میرے والد صاحب میاں رکن دین تھے ۔۱۸۶۰ء میں دادا جان نے اپنے بیٹوں کو اپنے پاس بُلا کر کہا۔ کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ نزدیک آرہا ہے۔ اگر میری زندگی میں ان کا ظہور ہوا۔ تو میں تم سب بھائیوں کو ساتھ لے کر نبیٔ پاکؐ کا سلام پیش کر کے بیعت میں داخل ہونگا۔ اگر میری زندگی نے وفا نہ کی تو تم پر لازم ہے۔ کہ ظہور امامِ زماں کی خبر سنتے ہی اُن کی خدمت میں پہنچ کر نبیٔ پاکؐ کا سلام پیش کر کے بیعت کرنا۔ افسوس میرے دادا جان امامِ وقت کے ظہور سے قبل ہی اپنے مالکِ حقیقی کے حضور پہنچ گئے۔ اور وہ حسرتِ دیدار امامِ وقت دل ہی میں لے گئے۔

میرے والد صاحب ناخواندہ ہونے کے باوجود ذہین اور جہاندیدہ تھے۔ ہمارا خاندان چونکہ اہل حدیث تھا۔ اس لئے سب بھائی باریش، نماز روزہ کے پابند، شرک اور بدعت کے خلاف تھے۔ ۱۹۱۰ء کا زمانہ تھا۔ کہ میرے والد صاحب محکمہ انہار میں ٹھیکیدار تھے پونچھ سے مزدور لینے گئے مزدور تو اُن کو اُس وقت دستیاب نہ ہوسکے۔ واپس گجرات آکر تانگے کی انتظار میں کھڑے تھے۔ کہ ایک آدمی آپ کے پاس آیا۔ سلام دعا کے بعد فرمانے لگے کہ بھائی میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں مزدور نہ ملنے کی وجہ سے پریشان تو تھے ہی غصّے سے بولے اپنا راستہ ناپو میرے کب کے آشنا ہو کہ باتیں کرنا چاہتے ہو۔ وہ بیچارے کچھ دور جا کر کھڑے ہوگئے۔ پھر دوبارہ آئے اور اپنے بیان کو دہرایا۔ لیکن اس بار بھی شنوائی نہ ہوئی۔ اتنے عرصہ میں کوئی تانگہ بھی نہ آیا۔ کچھ وقت گزار کر وہ نیک دل فرشتہ سیرت اور باہمت انسان پھر والد صاحب کے پاس آکر نہایت عاجزی و انکساری سے گویا ہوا کہ میرے عزیز بھائی میں پیغام دے کر خوش ہونگا اور شاید آپ پیغام سن کر خوش ہوں۔ والد صاحب نے بمجبوری ہاں کی۔ تو انہوں نے احمدیت کا پیغام کچھ اس انداز سے پیش کیا۔ کہ والد صاحب کو فوراً دادا جان کی وصیت یاد آگئی۔ پھر کیا تھا۔ تانگہ تو بھول گیا۔ وارفتگی کے عالم میں پیدل چل پڑے اور تقریباً اٹھارہ بیس میل کا فاصلہ پیدل چل کر گاؤں پہنچ کر سیدھے مولوی محمد دین صاحب کے گھر جا کر دستک دی۔ ہمارے گاؤں میں وہ پہلے احمدی تھے۔ لوگ ان کو بہت ستایا کرتے تھے۔ ان کے گھر کوڑا کرکٹ پھینک جاتے تھے۔ جب والد صاحب نے دستک دی تو دروازہ کے پیچھے سے بولے کہ میں اس وقت نہیں کھول سکتا۔ صبح آنا۔ والد صاحب نے کہا۔ کہ مولوی صاحب میں نے احمدیت قبول کرلی ہے۔ اور اب بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ مولوی صاحب یہ سنتے ہی دروازہ کھول کر والد صاحب سے چمٹ گئے اور روتے ہوئے فرمانے لگے۔ کہ آج سے آپ میرے لئے حضرت عمرؓ جیسی ڈھال ثابت ہونگے۔ میرا ان شریر لوگوں نے چلنا اٹھنا بیٹھنا اجیرن بنا رکھا تھا۔ صبح انشاء اللہ میں بیعت کا خط لکھ دونگا۔ والد صاحب نے جوش میں آکر کہا مولوی صاحب اگر میں صبح تک زندہ نہ رہا تو آپ یہ ذمہ داری قبول کرلینگے۔ مولوی صاحب نے فوراً دیا روشن کیا اور قلم دوات اور کاغذ لیکر بیعت کا خط لکھا۔ والد صاحب خط جیب میں ڈال کر گھر آگئے۔ اور میری والدہ صاحبہ سے کہا کہ آج میں نے خدا تعالیٰ کے پیارے رسولؐ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے امام آخر الزمان کی بیعت کرلی ہے۔ کیا میرے ساتھ امامِ وقت کی اطاعت و فرمانبرداری میں حصہ دار بنو گی۔ والدہ صاحبہ نے کہا۔ کہ انشاء اللہ آپ مجھے اس معاملہ میں ثابت قدم پائیں گے۔ اور میں آپ کا ہر دکھ درد میں ساتھ دونگی۔

نماز فجر مسجد میں ادا کی اور ساتھ ہی اپنے احمدی ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور ساتھ ہی کہنے لگے کہ آج کے بعد جو کوئی مولوی محمد دین صاحب کو دکھ دیگا۔ اس سے میں خود بدلہ لونگا۔ لوگ چہ مگوئیاں کرتے نماز کے بعد گھروں کو چلے گئے۔ جب تایا جی نے سنا کہ میرا بھائی احمدی ہوگیا ہے۔ تو وہ والد صاحب کو برا بھلا کہتے ہوئے آئے اور جو کچھ منہ میں آیا کہہ گزرے جب وہ اپنا بخارِ دل نکال چکے تو والد صاحب نے اطمینان سے اپنے والدِ گرامی کی وصیّت یاد دلائی اور کہا کہ آپ کو تو پہل کرنی چاہئے تھی۔ لیکن ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور وہ برابر ایک سال تک مخالفین کے سرپرست بنے رہے۔ لیکن اسی عرصہ میں ان کا بڑا بیٹا فضل کریم احمدی ہوگیا۔ جب تایا جی کو معلوم ہوا۔ تو وہ اور بھی غضب ناک ہو کر گالیاں دینے لگے۔ اور لوگوں سے کہتے تھے کہ خود تو ڈوبا تھا۔ اب میرے بیٹے کو بھی لے ڈوبا ہے۔ پھر کیا تھا۔ مکمل سوشل بائیکاٹ! حقّہ پانی بند!! والد صاحب جو اس وقت تک حقّہ نوش تھے۔ حقّہ توڑ دیا۔ اور مسجد کے کنواں کا پانی چھوڑ کر ہینڈ پمپ لگوالیا۔ اور ٹھیکیداری بھی فوراً چھوڑ دی کہ اس میں حرام کی ملونی ہے۔

اور کپڑے کی پھیری شروع کر دی۔ اور ساتھ ہی تبلیغ کا کام بھی ہونے لگا۔ ہمارے گاؤں سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر ایک گاؤں پیرکوٹ ہے۔ وہاں پر چوہدری صاحب داد چیمہ صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی چوہدری فضل داد چیمہ صاحب رہتے تھے۔ والد صاحب ان کے کنویں پر ہر اتوار کو جاتے اور ان کو تبلیغ کرتے۔ دونوں بھائی نہایت شریف انسان تھے۔ وہ بڑے غور سے والد صاحب کی باتیں سنتے اور اپنے دل کی تسلّی کیلئے سوال جواب کا سلسلہ جاری رکھتے۔ والد صاحب حسب عادت ہر اتوار ان کے ہاں جاتے تبلیغ کرتے اور ساتھ ہی چوہدری صاحبداد صاحب کے بڑے صاحبزادے چوہدری سردار خان چیمہ صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف حقیقت الوحی پڑھنے کیلئے دی۔ وہ چونکہ سکول ٹیچر اور گاؤں کے نمبردار بھی تھے۔ اور اپنے خاندان میں نہایت سنجیدہ اور معاملہ فہم انسان تھے۔ کتاب حاصل کرتے ہی پڑھنے لگے۔ اور اپنے والد صاحب اور چچا صاحب کو سناتے رہے۔ اسی زمانہ میں چوہدری سردار خان چیمہ صاحب کے چھوٹے بھائی جو کہ فوج میں ملازم تھے۔ چھٹی پر گاؤں آئے ہوئے تھے۔ والد صاحب کو احمدیت کی تبلیغ کرتے اور اپنے بھائی صاحب کو حقیقت الوحی سناتے دیکھا۔ تو جوش سے اپنے والد صاحب اور اپنے بھائی صاحب کو مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ میاں صاحب آپ کو اسلام سے برگشتہ کر دینگے۔ آپ کو ان کی باتیں نہیں سننی چاہیں۔ والد صاحب ان کی باتیں سنتے ہی جوش سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے۔ کہ پُتّر جی میرے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو تم ان سے پہلے احمدیت قبول کروگے۔ اور اس فقرہ کو بڑے جوش سے آسمان کی طرف نگاہ کرتے ہوئے تین دفعہ کہا۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ ایک عاجز بندے کی تحدی سے کہی بات کیسے پوری ہوتی ہے۔ تقریباً چھ ماہ بھی گزرنے نہ پائے تھے۔ کہ ایک خط والد صاحب کے نام موصول ہوا۔ جس میں لکھا تھا کہ میاں صاحب آپ کو مبارک ہو۔ میں ہار گیا ہوں اور آپ جیت گئے ہیں۔ آپ کی دعا مقبول ہوگئی ہے اور میں خدا کے فضل سے احمدیت کے نور سے منور ہوچکا ہوں اب آپ نے میرے خاندان والوں کو احمدیت میں داخل کرنے کے لئے تبلیغ جاری رکھنی ہوگی تا کہ میرا خاندان احمدیت میں داخل ہوجائے۔ والد صاحب نے وہ خط جیب میں رکھا اور وضو کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر نہایت رِقت سے دعائیں کر کے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ اور پھر بیری والے روانہ ہوگئے۔ چیمہ خاندان میں سے پہلے احمدیت قبول کرنے والے فرد کیپٹن محمد حسین چیمہ صاحب تھے۔ والد صاحب کنویں پر پہنچ کر حسب عادت تبلیغ میں مصروف ہوگئے۔ تو کیپٹن چیمہ صاحب کے برادرِ اکبر چوہدری سردار خان چیمہ صاحب بولے۔ کہ میاں صاحب اگر آپ کے مرزا صاحب سچے ہونگے تو ہمارا بھائی بقول آپ کے ہم سے پہلے احمدی ہونا چاہئے۔ پھر ہم بھی بخوشی احمدی ہوجائیں گے۔ والد صاحب نے جیب سے خط نکال کر چوہدری سردار خان صاحب کے ہاتھ میں تھما دیا۔ خط پڑھتے ہی والد صاحب سے بغلگیر ہو کر کہنے لگے کہ میاں صاحب آپ سچے اور آپ کے مرزا صاحب بھی سچے ہیں۔ آج سے ہم احمدی ہوئے۔ آپ کو مبارک ہو۔ اب ہماری بیعتیں کرانا آپ کا کام ہے۔ چنانچہ اسی دن تین گھرانوں پر مشتمل تقریباً چھوٹے بڑے بتّیس افراد داخل احمدیت ہوئے۔ جو شمع نامعلوم احمدی بزرگ کے طفیل ہمارے گھر اور خاندان میں روشن ہوئی تھی۔ اسی کی روشنی سے تین اور گھرانے بھی منور ہوگئے۔ **فا الحمد الله علیٰ ذلک۔**

ہماری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس فرشتہ سیرت۔ گمنام۔ نیک دل۔ فدائے احمدیت بزرگ کی لحد پر اپنے فضلوں کی ہمیشہ بارشیں کرتا رہے۔ آمین ثم آمین

دُعا کا اعجاز

آج کل بنگلہ دیش میں جماعت احمدیہ کی بہت مخالفت ہے۔ اس لئے ہمارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ الودود بنصر العزیز دعاؤں پر بہت زور دینے کی ہدایت دیتے رہتے ہیں۔ الفضل میں ایک دعا شائع ہوتی رہتی ہے احباب یہ دعا کثرت سے پڑھیں تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے احمدی احباب کو ہر شر سے محفوظ رکھے اور خود ان کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین اللّٰھم آمین۔

"اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِی نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ"۔

اے اللہ! ہم کرتے ہیں تجھے مقابلہ میں ان کافروں کے اور پناہ مانگتے ہیں تیری ان شرارتوں سے۔

بیت اللہ والی دعا۔

یَارَبِّ فَاسْمَعْ دُعَآئِیْ وَمَزِّقْ اَعْدَآئَکَ وَاَعْدَآئِیْ وَاَنْجِزْ وَعْدَکَ وَانْصُرْ عَبْدَکَ وَاَرِنَا اَیَّامَکَ وَشَھِّرْ لَنَا حُسَامَکَ وَلَا تَذَرْ مِنَ الْکَافِرِیْنَ شَرِیْرًا۔ (تذکرہ صفحہ ۱۱۲)

اے میرے رب العزت میری دعا سن اور اپنے دشمنوں اور میرے دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر اور اپنا وعدہ پورا کر اور اپنے بندے کی مدد کر اور ہم کو اپنے عذاب کے دن دکھا اور اپنی تلوار ہمارے لئے سونت کر دکھا اور نہ چھوڑ کافروں میں سے کوئی شریر۔

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

خطبہ جمعہ

والدین کے لئے دعا کرو اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کو کوئی دکھ نہ پہنچے

اپنے والدین کی خدمت بجالاؤ ورنہ اُس جنت سے محروم ہو جاؤ گے جو ان کے قدموں کے نیچے ہے

(احادیث نبویہ اور اُسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا پُرمعارف بیان)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ ۱۶/جنوری ۲۰۰۴ء بمطابق ۱۶/صلح ۱۳۸۳ ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلک يوم الدين - إياک نعبد و إياک نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلاَّ تَعْبُدُوْٓا اِلآَّ اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلاَ تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَ قُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا۔ وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا۔﴾

(بنیٓ اسرآئیل:۲۴-۲۵)

اللہ تعالیٰ نے والدین سے حسن سلوک کے بارہ میں بڑی تاکید فرمائی ہے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے روکیں۔ یا شرک کی تعلیم دیں۔ اس کے علاوہ ہر بات میں ان کی اطاعت کا حکم ہے۔ اور یہ حکم اس لئے ہے کہ جو خدمت انہوں نے بچپن میں ہماری کی ہے اس کا بدلہ تو ہم نہیں اتار سکتے۔ اس لئے یہ حکم ہے کہ ان کی خدمت کے ساتھ ساتھ ان کے لئے دعا بھی کرو کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور بڑھاپے کی اس عمر میں بھی ان کو ہماری طرف سے کسی قسم کا کبھی کوئی دکھ نہ پہنچے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ خدمت اور دعا کے باوجود یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم نے ان کی بہت خدمت کر لی اور ان کا حق ادا ہو گیا۔ اس کے باوجود بچے جو ہیں اس قابل نہیں کہ والدین کا وہ احسان اتار سکیں جو انہوں نے بچپن میں ان پر کیا۔

اس ضمن میں جو دو آیات مَیں نے تلاوت کی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو اُنہیں اُف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر۔ اور ان دونوں کے لئے رحم سے عجز کا پَر جُھکا اور کہہ کہ اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

اس آیت میں سب سے پہلے یہ بات بیان فرمائی کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور وہ خدا جس نے تمہیں اس دنیا میں بھیجا اور تمہیں بھیجنے سے پہلے قسما قسم کی تمہاری ضروریات کا خیال رکھا اور اس کا انتظام بھی کر دیا۔ اور پھر یہ کہ اس کی عبادت کر کے اور اس کا شکر ادا کر کے تم اس کے فضلوں کے وارث ٹھہرو گے اور سب سے بڑا افضل جو اس نے ہم پر کیا وہ یہ ہے کہ تمہیں ماں باپ دئے جنہوں نے تمہاری پرورش کی، بچپن میں تمہاری بے انتہاء خدمت کی، راتوں کو جاگ جاگ کر تمہیں اپنے سینے سے لگایا۔ تمہاری بیماری اور بے چینی میں تمہاری ماں نے بے چینی اور کرب کی راتیں گزاریں، اپنی نیندوں کو قربان کیا، تمہاری گندگیوں کو صاف کیا۔ غرض کہ کون سی خدمت اور قربانی ہے جو تمہاری ماں نے تمہارے لئے نہیں کی۔ اس لئے آج جب ان کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے تم منہ پرے کر کے گزر نہ جاؤ، اپنی دنیا الگ نہ بساؤ اور یہ نہ ہو کہ تم ان کی فکر تک نہ کرو۔ اور اگر وہ اپنی ضرورت کے لئے تمہیں کہیں تو تم انہیں جھڑکنے لگ جاؤ۔ فرمایا: نہیں، بلکہ وہ وقت یاد کرو جب تمہاری ماں نے تکالیف اٹھا کر تمہاری پیدائش کے تمام مراحل طے کئے۔ پھر جب تم کسی قسم کی کوئی طاقت نہ رکھتے تھے، تمہیں پالا پوسا، تمہاری جائز و ناجائز ضرورت کو پورا کیا۔ اور آج اگر وہ ایسی عمر کو پہنچ گئے ہیں جہاں انہیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے جو ایک لحاظ سے ان کی اب بچپن کی عمر ہے، کیونکہ بڑھاپے کی عمر بھی بچپن سے مشابہ ہی ہے۔ ان کو تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔ تو تم یہ کہہ دو کہ نہیں، ہم تو اپنے بیوی بچوں میں مگن ہیں ہم خدمت نہیں کر سکتے۔ اگر وہ بڑھاپے کی وجہ سے کچھ ایسے الفاظ کہہ دیں جو تمہیں ناپسند ہوں تو تم انہیں ڈانٹنے لگ جاؤ، یا مارنے تک سے گریز نہ کرو۔ بعض لوگ اپنے ماں باپ پر ہاتھ بھی اٹھا لیتے ہیں۔ مَیں نے خود ایسے لوگوں کو دیکھا ہے، بہت ہی بھیانک نظارہ ہوتا ہے۔ اُف نہ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ تمہاری مرضی کی بات نہ ہو بلکہ تمہارے مخالف بات ہو تب بھی تم نے اُف نہیں کرنا۔ اگر ماں باپ ہر وقت پیار کرتے رہیں، ہر بات مانیں، ہر وقت تمہاری بلائیں لیتے رہیں، لاڈ پیار کرتے رہیں پھر تو ظاہر ہے کوئی اُف نہیں کرتا۔ فرمایا کہ تمہاری مرضی کے خلاف باتیں ہوں تب بھی نرمی سے، عزت سے، احترام سے پیش آنا ہے۔ اور نہ صرف نرمی اور عزت و احترام سے پیش آنا ہے بلکہ ان کی خدمت بھی کرنی ہے۔ اور اتنی پیار، محبت اور عاجزی سے ان کی خدمت کرنی ہے جیسی کہ کوئی خدمت کرنے والا کر سکتا ہو۔ اور سب سے زیادہ خدمت کی مثال اگر دنیا میں موجود ہے تو وہ ماں کی بچے کے لئے خدمت ہی ہے۔ اب یہاں رہنے والے، مغرب کی سوچ رکھنے والے، بلکہ ہمارے ملکوں میں بھی، برصغیر میں بھی، بعض لوگ لکھتے ہیں کہ ماں باپ کی خدمت نہیں کر سکتے، ایک بوجھ سمجھتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ جماعت ایسے بوڑھوں کے مراکز کھولے جہاں یہ بوڑھے داخل کروا دئے جائیں کیونکہ ہم تو کام کرتے ہیں، بیوی بھی کام کرتی ہے، بچے اسکول چلے جاتے ہیں اور جب گھر آتے ہیں تو بوڑھے والدین کی وجہ سے ڈسٹرب (Disturb) ہوتے ہیں، اس لئے سنبھالنا مشکل ہے۔ کچھ خوف خدا کرنا چاہئے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ ان کی عزت کرو، ان کا احترام کرو اور اس عمر میں اُن پر رحم کے پر جھکا دو۔ جس طرح بچپن میں انہوں نے ہر مصیبت جھیل کر تمہیں اپنے پروں میں لپیٹے رکھا۔ تمہیں اگر کسی نے کوئی تکلیف پہنچانے کی کوشش کی تو مائیں شیرنی کی طرح جھپٹ پڑتی تھیں۔ اب ان کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے تو کہتے ہو کہ ان کو جماعت سنبھالے۔ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے سنبھالتی ہے لیکن ایسے بوڑھوں کو جن کی اولاد نہ ہو یا جن کے کوئی اور عزیز رشتے دار نہ ہوں۔ لیکن جن کے اپنے بچے سنبھالنے والے موجود ہوں تو بچوں کا فرض ہے کہ والدین کو سنبھالیں۔ تو ایسی سوچ رکھنے والوں کو اپنی طبیعتوں کو، اپنی سوچوں کو تبدیل کرنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ جب تک والدین سے فائدہ اٹھاتے رہے، اٹھا لیا، مکان اور جائیدادیں اپنے نام کروا لیں، اب ان کو پرے پھینک دو۔ کسی احمدی کی یہ سوچ نہیں ہونی چاہئے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تو اسلام کی بھلائی ہوئی تعلیم کو دوبارہ دنیا میں رائج کرنے کے لئے تشریف لائے تھے، اس کے حُسن کی چمک دنیا کو دکھانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے نہ کہ اس کے خلاف عمل کروانے کے لئے۔

اب ماں باپ کے حقوق اور ان سے سلوک کے بارہ میں چند روایات پیش کرتا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا کہ: اے اللہ کے رسولؐ! مَیں نے اپنی ماں کو یمن سے اپنی پیٹھ پر اٹھا کر حج کرایا ہے، اسے اپنی پیٹھ پر لئے ہوئے بیت اللہ کا طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، اسے لئے ہوئے عرفات گیا، پھر اسی حالت میں اسے لئے ہوئے مزدلفہ آیا

اورمنیٰ میں کنکریاں ماریں۔ وہ نہایت بوڑھی ہے ذرا بھی حرکت نہیں کرسکتی۔مَیں نے یہ سارے کام اُسے اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے سرانجام دئے ہیں تو کیامَیں نے اس کا حق ادا کر دیا ہے؟۔آپ ﷺ نے فرمایا :’’نہیں،اس کا حق ادانہیں ہوا‘‘۔اس آدمی نے پوچھا:’’کیوں‘‘۔ آپؐ نے فرمایا :’’اس لئے کہ اس نے تمہارے بچپن میں تمہارے لئے ساری مصیبتیں اس تمنا کے ساتھ جھیلی ہیں کہ تم زندہ رہومگرتم نے جو کچھ اس کے ساتھ کیا وہ اس حال میں کیا کہ تم اس کے مرنے کی تمنا رکھتے ہو۔تمہیں پتہ ہے کہ وہ چنددن کی مہمان ہے۔(الوعی ، العدد ۵۸ ، السنة الخامسة)

اب عام آدمی خیال کرتا ہے کہ اتنی تکلیف اٹھا کرمَیں نے جوسب کچھ کیا تو مَیں نے بہت بڑی قربانی کی ہے۔لیکن آپؐ فرماتے ہیں کہ نہیں۔حق تو یہ ہے کہ حق ادانہ ہوا۔

پھرایک روایت میں آتا ہے کہ ہمیں ہشام بن عُروہ نے بتایا کہ مجھے میرے والد نے بتایا کہ مجھے اسماء بنت ابی بکرؓ نے بتایا میری والدہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں میرے پاس صلہ رحمی کا تقاضا کرتے ہوئے آئی تو میں نے نبی ﷺ سے اس کے بارہ میں دریافت کیا کہ کیا میں اپنی مشرک والدہ سے صلہ رحمی کروں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا’’ہاں‘‘۔

(بخاری۔ کتاب الهبة۔ باب الهدية للمشركين)

تو جہاں تک انسانیت کا سوال ہے،صرف والدہ کا سوال نہیں ، اس کے ساتھ تو صلہ رحمی کا سلوک کرنا ہی ہے،حسن سلوک کرنا ہی ہے لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ اگر انسانیت کا سوال آئے ، کسی سے صلہ رحمی کا سوال آئے یا مدد کا سوال آئے تو اپنے دوسرے عزیزوں رشتہ داروں سے بھی بلکہ غیروں سے بھی حسن سلوک کا حکم ہے۔

پھرایک روایت ہے حضرت اَبُو اُسَید اَلسَّاعِدِیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ بنی سلمہ کا ایک شخص حاضر ہوا اور پوچھنے لگا کہ یا رسول اللہ! والدین کی وفات کے بعد کوئی ایسی نیکی ہے جو میں ان کے لئے کرسکوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں۔تم ان کے لئے دعائیں کرو۔ان کے لئے بخشش طلب کرو،انہوں نے جو وعدے کسی سے کررکھے تھے انہیں پورا کرو۔ان کے عزیز واقارب سے اسی طرح صلہ رحمی اور حسن سلوک کرو جس طرح وہ اپنی زندگی میں ان کے ساتھ کیا کرتے تھے۔اوران کے دوستوں کے ساتھ عزت واکرام کے ساتھ پیش آؤ۔(ابو داؤد۔ کتاب الادب۔ باب فی بر الوالدین)۔

تو یہ ہے ماں باپ سے حسن سلوک کہ زندگی میں تو جو کرنا ہے وہ تو کرنا ہی ہے،مرنے کے بعد بھی ان کے لئے دعائیں کرو،ان کے لئے مغفرت طلب کرواوراس کے علاوہ ان کے وعدوں کو بھی پورا کرو،ان کے قرضوں کو بھی اتارو۔بعض دفعہ بعض موصی وفات پاجاتے ہیں۔ وہ تو بے چارے فوت ہو گئے انہوں نے اپنی جائیداد کا ۱۰/۱ حصہ وصیت کی ہوتی ہے لیکن سالہا سال تک ان کے بچے،ان کے لواحقین ان کا حصہ وصیت ادانہیں کرتے بلکہ بعض دفعہ انکار ہی کردیتے ہیں،ہمیں اس کی توفیق نہیں۔گویا ماں باپ کے وعدوں کا پاس نہیں کررہے،ان کی کی ہوئی وصیت کا کوئی احترام نہیں کررہے۔والدین سے ملی ہوئی جائیدادوں سے فائدہ تو اٹھارہے ہیں لیکن ان کے جو وعدے ان ہی کی جائیدادوں سے ادا ہونے والے ہیں وہ ادا کرنے کی طرف توجہ کوئی نہیں۔جبکہ اس جائیداد کا جو دسواں حصہ ہے وہ تو بچوں کا ہے ہی نہیں۔وہ تو اس کی پہلے ہی وصیت کر چکے ہیں۔تو وہ جو ان کی اپنی چیز نہیں ہے وہ بھی نہیں دے رہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بچوں کو عقل اور سمجھ دے کہ وہ اپنے والدین کے وعدوں کو پورا کرنے والے بنیں۔ یہاں تو یہ حکم ہے کہ صرف ان کے وعدوں کو ہی پورا نہیں کرنا بلکہ ان کے دوستوں کا بھی احترام کرنا ہے، ان کو بھی عزت دینی ہے اوران کے ساتھ جو سلوک والدین کا تھا اس سلوک کو جاری رکھنا ہے۔

پھرایک روایت ہے آنحضرت ﷺ کی رضاعی والدہ حلیمہ مکہ آئیں اور حضور سے مل کر قحط اورمویشیوں کی ہلاکت کا ذکر کیا۔حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ سے مشورہ کیا اور رضاعی ماں کو چالیس بکریاں اورایک اونٹ مال سے لدا ہوا دیا۔

(طبقات ابن سعد جلد اول صفحه ۱۱۳ مطبوعه بیروت ۱۹۶۰ء)

اب خدمت صرف حقیقی والدین کی نہیں ہے بلکہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کا اسوۂ حسنہ تو یہ ہے کہ اپنی رضاعی والدہ کی بھی ضرورت کے وقت زیادہ سے زیادہ خدمت کرنی ہے۔اوراس کوشش میں لگے رہنا ہے کہ کسی طرح مَیں حق ادا کروں۔ اور یہاں اس روایت میں ہے کہ مال چونکہ حضرت خدیجہ کا تھا،وہ بڑی امیر عورت تھیں اور گوکہ آپ نے اپنا تمام مال آنحضرت ﷺ کے سپرد کردیا تھا،آپ کے تصرف میں دے دیا تھا،آپ کو اجازت تھی کہ جس طرح چاہیں خرچ کریں لیکن پھر بھی حضرت خدیجہ سے مشورہ کیا اور ہمیں ایک اور سبق بھی دے دیا۔بعض لوگ اپنی بیویوں کا مال ویسے ہی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو ان کے تصرف میں نہیں بھی ہوتا ان کے لئے بھی سبق ہے۔

پھرایک روایت ہے حضرت ابو طفیلؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو مقام جِعْـرَانه میں دیکھا۔آپؐ گوشت تقسیم فرمارہے تھے۔اس دوران ایک عورت آئی تو حضورؐ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھادی اور وہ عورت اس پر بیٹھ گئی۔میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ خاتون کون ہے جس کی حضورؐ اس قدر عزت افزائی فرمارہے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ آنحضور ﷺ کی رضاعی والدہ ہیں۔(ابو داؤد۔ کتاب الادب۔ باب فی بر الوالدین)

ایک بار حضورؐ تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی والد آئے۔حضورؐ نے ان کے لئے چادر کا ایک پلّو بچھا دیا۔ پھر آپ کی رضاعی ماں آئیں تو آپؐ نے دوسرا پلّو بچھا دیا۔پھر آپ کے رضاعی بھائی آئے تو آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے اوران کو اپنے سامنے بٹھالیا۔(سنن ابوداؤد كتاب الادب با ب برالوالدین) ۔پوری کی پوری چادر اپنے رضاعی رشتہ داروں کے لئے دے دی اور آپؐ ایک طرف ہوکر بیٹھ گئے ۔تو یہ عزت اور احترام اور تکریم ہے جس کا نمونہ آپ ﷺ نے پیش فرمایا۔نہ صرف یہ کہ رضاعی والدین کا احترام فرمارہے ہیں بلکہ جب رضاعی بھائی آتا ہے تو اس کے لئے بھی خاص اہتمام سے جگہ خالی کررہے ہیں۔اور یہ تمام عزت واحترام اس لئے ہے کہ آپؐ نے جس عورت کا کچھ عرصہ دودھ پیا تھا دوسرے لوگ بھی اس کی طرف منسوب ہیں،اس کے عزیز ہیں۔ آج کل تو بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ قریبی عزیز بھی آجائیں تو بچے اگر کرسیوں پر بیٹھے ہیں تو بیٹھے رہتے ہیں، کوئی جگہ خالی نہیں کرتا۔اوران بچوں کے بڑے بھی یہ نہیں کہتے کہ اٹھو بچو ، بڑے آئے ہیں ان کے لئے جگہ خالی کردو۔تو یہ مثالیں صرف قصے کہانیوں کے لئے نہیں دی جاتیں بلکہ اس لئے ہوتی ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے۔یہ حسین تعلیم ہمارے عمل کرنے کے لئے ہے۔

پھرایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا،مٹی میں ملے اس کی ناک۔مٹی میں ملے اس کی ناک (یہ الفاظ آپؐ نے تین دفعہ دہرائے) لوگوں نے عرض کیا کہ حضور کون؟ آپؐ نے فرمایا وہ شخص جس نے اپنے بوڑھے ماں باپ کو پایا اور پھر ان کی خدمت کرکے جنت میں داخل نہ ہوسکا۔

(مسلم۔ کتاب البر والصلة۔ باب رغم انف من ادرک ابویه)

تو یہ دیکھیں کس قدر ڈرایا گیا ہے،آپ نے کس طرح بیزاری کا اظہار فرمایا ہے بلکہ ایک طرح سے لعنت ہی ڈالی گئی ہے ایسے شخص پر کہ جنت میں جانے کے مواقع ملنے کے باوجود ان سے فائدہ نہیں اٹھایا کہ تم پر پھٹکار ہو خدا کی۔اللہ تعالیٰ تمام ایسے بگڑے ہوؤں کو جو اپنے ماں باپ سے بدسلوکی کرتے ہیں راہ راست پر لائے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے ماں باپ سے اس طرح بدسلوکی کرتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔...........جیسا کہ فرمایا کہ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اوران کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحه۱۹)

پھرایک روایت ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ لوگوں میں سے میرے حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں۔ پھر اس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں۔اس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں۔اس نے چوتھی بار پوچھا اس کے بعد کون؟ آپؐ نے فرمایا ماں کے بعد تیرا

BELA BOUTIQUE

ہر موسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات ، فینسی سینڈلز ،

مردانہ سوٹ ، اچکن ، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا

اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)

Tel: 069-24279400 - e:mail-BELAboutique@aol.com

باپ تیرے حسن سلوک کا زیادہ مستحق ہے۔ پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتہ دار۔

(بخاری۔کتاب الادب۔ باب من احق الناس بحسن الصحبة)

ایک روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے کہ رب کی رضا باپ کی رضامندی میں ہے، اور رب کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

(الادب المفرد للبخاری۔ باب قولہ تعالیٰ و وصینا الانسان بوالدیہ حسنا)

حضرت عبداللہؓ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول، کوئی شخص اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے سکتا ہے؟۔ فرمایا: ہاں وہ دوسرے آدمی کے ماں اور باپ کو گالی دیتا ہے تو اپنے ہی ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان)۔ کیونکہ وہ بھی جواب میں گالی دے گا۔ تو اس سے ایک سبق تو یہ ملا کہ گالی نہیں دینی اور دوسرے یہ کہ اپنے ماں باپ کو دعائیں دلوانی ہیں تو اپنے اعلیٰ اخلاق کے نمونے دکھلاؤ۔ تمہارے سے واسطہ رکھنے والے یہ کہیں کہ اللہ اس کے والدین کو جزاء دے جس نے اپنے بچوں کی ایسی اعلیٰ تربیت کی ہے۔

جنگ حنین میں بنو ہوازن کے قریباً چھ ہزار قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ ان میں حضرت حلیمہ کے قبیلہ والے اور ان کے رشتہ دار بھی تھے جو وفد کی شکل میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کی رضاعت کا حوالہ دے کر آزادی کی درخواست کی۔ (یعنی یہ حوالہ دیا کہ حضرت حلیمہ اس قبیلے کی ہیں، ان کا دودھ آنحضرت ﷺ نے پیا ہوا ہے)۔ آنحضرت ﷺ نے انصار اور مہاجرین سے مشورہ کے بعد سب کو رہا کر دیا۔

(طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۱۴۔ بیروت ۱۹۶۰ء)

یہ حسن سلوک تھا آپؐ کا۔ ذرا سا بھی تعلق ہو تو ایسے کیا کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس شخص کی خواہش ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اس کا رزق بڑھا دیا جائے تو اس کو چاہئے کہ اپنے والدین سے حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کی عادت ڈالے۔

(مسند احمد۔ جلد۳۔ صفحہ نمبر۲۶۶۔ مطبوعہ بیروت)

تو یہاں عمر بڑھانے کا اور رزق میں برکت کا ایک اصول بتا دیا گیا ہے کہ اگر کشائش چاہتے ہو، اپنے بچوں کی دور دور کی خوشیاں دیکھنا چاہتے ہو تو والدین سے حسن سلوک کرو۔ ان کے تم پر جو احسانات ہیں انہیں یاد رکھو۔ یاد رکھو کہ بچپن میں تمہیں انہوں نے بڑی تکلیف سے پالا ہے۔ اگر تمہاری طرف توجہ نہ دیتے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمہاری تو یتیمی کی حالت تھی۔ کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ تمہیں کسی نے پوچھنا بھی نہیں تھا۔ وہ ماں باپ ہی ہیں جو بچے کو اس طرح پوچھتے ہیں، درد سے پوچھتے ہیں۔ تو جب تم بڑے ہوتے ہو تو تمہاری لکھائی پڑھائی کی کوشش کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ اپنے پر ہر تکلیف وارد کرتے ہیں اور تمہیں پڑھاتے ہیں۔ کئی والدین ایسے ہیں جو فاقے کرتے ہیں اور اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ ہمارے بچے پڑھ جائیں۔ تا کہ بڑے ہو کر وہ معاشرے میں عزت و احترام سے رہ سکیں، ہمارے والا ان کا حال نہ ہو۔ لیکن بعض ایسے ناخلف اور بدقسمت بچے ہوتے ہیں کہ جب وہ سب کچھ ماں باپ سے حاصل کر لیتے ہیں، تعلیم حاصل کر کے بڑے افسر لگ جاتے ہیں تو اپنی الگ دنیا بسا لیتے ہیں اور پھر ماں باپ کی کوئی پروا بھی نہیں ہوتی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی مثال دی ہے کہ کسی ہندو نے بڑی تکلیف برداشت کر کے اپنے لڑکے کو بی اے یا ایم اے کرایا اور اس ڈگری کو حاصل کرنے کے بعد وہ ڈپٹی ہو گیا۔ آجکل ڈپٹی ہونا کوئی بڑا اعزاز نہیں سمجھا جاتا لیکن پہلے وقتوں میں ڈپٹی ہونا بھی بڑی بات تھی۔ اُس کے باپ کو خیال آیا کہ میرا لڑکا ڈپٹی ہو گیا ہے میں بھی اُس سے مل آؤں۔ چنانچہ جس وقت وہ ہندو اپنے بیٹے کو ملنے کے لئے مجلس میں پہنچا تو اس وقت اُس کے پاس وکیل اور بیرسٹر وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ بھی اپنی غلیظ دھوتی کے ساتھ ایک طرف بیٹھ گیا۔ باتیں ہوتی رہیں کسی شخص کو اس غلیظ آدمی کا بیٹھنا برا محسوس ہوا اور اُس نے پوچھا کہ ہماری مجلس میں یہ کون آ بیٹھا ہے۔ ڈپٹی صاحب اس کی یہ بات سن کر کچھ جھینپ سے گئے اور شرمندگی سے بچنے کے لئے کہنے لگے کہ یہ ہمارے ٹہلیا ہیں۔ باپ اپنے بیٹے کی یہ بات سن کر غصے کے ساتھ جل گیا اور اپنی چادر سنبھالتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ جناب میں ان کا ٹہلیا نہیں ان کی ماں کا ٹہلیا ہوں"۔ (حضرت مصلح موعودؓ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ)۔ "ساتھ والوں کو جب معلوم ہوا کہ یہ ڈپٹی صاحب کے والد ہیں تو انہوں نے اس کو بہت لعن طعن کی اور کہا کہ اگر آپ ہمیں بتاتے تو ہم اُن کی مناسب تعظیم و تکریم کرتے اور ادب کے ساتھ ان کو بٹھاتے۔ بہرحال اس قسم کے نظارے روزانہ دیکھنے میں آتے ہیں کہ لوگ رشتہ داروں کے ساتھ ملنے سے جی چراتے ہیں تا کہ اُن کی اعلیٰ پوزیشن میں کوئی کمی واقع نہ ہو جائے۔ گویا ماں باپ کا نام روشن کرنا تو الگ رہا اُن کے نام کو بٹہ لگانے والے بن جاتے ہیں اور سوائے ان لوگوں کے جو اس نقطۂ نگاہ سے والدین کی عزت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ والدین کی عزت کرو۔ دنیا داروں میں سے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو والدین کی پورے طور پر عزت کرتے ہیں اور زمینداروں اور تعلیم یافتہ طبقہ دونوں میں یہی حالات نظر آتے ہیں۔ اسی طرح بعض نوجوان اپنی ماؤں کی خبرگیری ترک کر دیتے ہیں اور جب پوچھا جاتا ہے تو اُن کا جواب یہ ہوتا ہے کہ اماں جی کی طبیعت تیز ہے اور میری بیوی سے اُن کی بنتی نہیں"۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ) "یہ کوئی بات نہیں ہے کیونکہ ماں کا بھی بہرحال ایک مقام ہے۔ پس اس خطرناک نقص کو دور کرو اور اپنے والدین کی خدمت بجالاؤ۔ ورنہ تم اس جنت سے محروم ہو جاؤ گے۔ جو تمہارے ماں باپ کے قدموں کے نیچے رکھی گئی ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ ۵۹۳)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"﴿وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا﴾ (الدھر:۹) اس آیت میں مسکین سے مراد والدین بھی ہیں کیونکہ وہ بوڑھے اور ضعیف ہو کر بے دست و پا ہو جاتے ہیں اور محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالنے کے قابل نہیں رہتے۔ اس وقت ان کی خدمت ایک مسکین کی خدمت کے رنگ میں ہوتی ہے اور اسی طرح اولاد جو کمزور ہوتی ہے اور کچھ نہیں کر سکتی اگر یہ اس کی تربیت اور پرورش کے سامان نہ کرتے تو وہ گویا یتیم ہی ہے۔ پس ان کی خبرگیری اور پرورش کا تہیہ اس اصول پر کرے تو ثواب ہوگا۔" (ملفوظات جلد سوم۔ صفحہ نمبر ۵۹۹ جدید ایڈیشن)

اس بات سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صدقہ کے طور پر ماں باپ کی خدمت کرنی ہے بلکہ بڑھاپے کی حالت میں وہ مسکینی کے زمرے میں آتے ہیں اور کچھ کر نہیں سکتے لیکن تمہارے فرائض میں داخل ہے کہ ان کی خدمت کرو۔ کیونکہ تمہاری جو حالت بچپن میں تھی وہ یتیمی کی حالت تھی۔ والدین نے تمہیں یتیم سمجھ کر تو نہیں پالا پوسا بلکہ ایک محبت کے جذبے کے ساتھ تمہاری خدمت کی ہے۔ آج وقت ہے کہ اسی محبت اور اسی جذبے سے تم بھی والدین کی خدمت کرو۔ پھر والدین کے حق میں دعائیں بھی کرنی چاہئیں۔ جس طرح باپ کی دعا بیٹے کے حق میں قبول ہوتی ہے اور جس طرح ہر قدم پر ماں باپ کی دعائیں بچوں کے کام آ رہی ہوتی ہیں۔ اسی طرح بچوں کی دعائیں بھی ماں باپ کے حق میں قبولیت کا درجہ پاتی ہیں۔

ملفوظات میں ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ظہر کے وقت ایک نو وارد صاحب سے ملاقات کی اور ان کو تاکید سے فرمایا کہ وہ اپنے والد کے حق میں جو سخت مخالف ہیں دعا کیا کریں انہوں نے عرض کی کہ حضور میں دعا کیا کرتا ہوں اور حضور کی خدمت میں بھی دعا کے لئے ہمیشہ لکھا کرتا ہوں حضرت اقدس نے فرمایا کہ۔

"توجہ سے دعا کرو باپ کی دعا بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی دعا باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے اگر آپ بھی توجہ سے دعا کریں تو اس وقت ہماری دعا کا بھی اثر ہوگا۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ نمبر ۵۰۲ جدید ایڈیشن)

بٹالہ کے سفر کے دوران حضرت اقدس، شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی سے ان کے والد صاحب کے حالات دریافت فرماتے رہے اور نصیحت فرمائی کہ۔

"ان کے حق میں دعا کیا کرو ہر طرح اور حتی الوسع والدین کی دلجوئی کرنی چاہئے اور ان کو پہلے سے ہزار چند زیادہ اخلاق اور اپنا پاکیزہ نمونہ دکھلا کر اسلام کی صداقت کا قائل کرو۔ اخلاق نمونہ ایسا معجزہ ہے کہ جس کی دوسرے معجزے برابری نہیں کر سکتے سچے اسلام کا یہ معیار ہے کہ اس سے انسان

M. S. DOUBLE GLAZING LTD

Supplier & Installers

UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries

For Friendly Quote Please Contact: ***Muhammad Sajid Qamar***

Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685

Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee

احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

اعلیٰ درجے کے اخلاق پر ہو جاتا ہے اور وہ ایک ممیّز شخص ہوتا ہے شاید خدا تعالیٰ تمہارے ذریعہ ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دے۔ اسلام والدین کی خدمت سے نہیں روکتا۔ دنیوی امور جن سے دین کا حرج نہیں ہوتا ان کی ہر طرح سے پوری فرمانبرداری کرنی چاہئے۔ دل و جاں سے ان کی خدمت بجالاؤ۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۴۹۲۔ جدید ایڈیشن)

پھر فرمایا کہ: صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی بعض ایسے مشکلات آگئے تھے کہ دینی مجبوریوں کی وجہ سے ان کی ان کے والدین سے نزاع ہوگئی تھی۔ بہرحال تم اپنی طرف سے ان کی خیریت اور خبرگیری کے واسطے ہر وقت تیار رہو جب کوئی موقع ملے اسے ہاتھ سے نہ دو۔ تمہاری نیت کا ثواب تم کو مل رہے گا۔ اگر محض دین کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کرنے کے واسطے والدین سے الگ ہونا پڑا ہے تو یہ ایک مجبوری ہے۔ اصلاح کو مدنظر رکھو اور نیت کی صحت کا لحاظ رکھو اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو۔ یہ معاملہ کوئی آج نیا نہیں پیش آیا حضرت ابراہیمؑ کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ بہرحال خدا کا حق مقدم ہے۔ پس خدا کو مقدم کرو اور اپنی طرف سے والدین کے حقوق ادا کرنے کی کوشش میں لگے رہو اور اُن کے حق میں دعا کرتے رہو اور صحت نیت کا خیال رکھو۔

(الحکم جلد ۲، نمبر ۱۲۔ مورخہ ۲/مارچ ۱۹۰۸ء صفحہ ۴۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ ۶۰۔۶۱)

پھر فرمایا کہ اگر دین کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے حقوق ادا کرنے چھوڑ دو۔ تمہارے جو فرائض ہیں وہ تم پورا کرو۔ اور ان کے لئے دعا بھی کرتے رہو۔ شاید کسی وقت تمہاری دعائیں سنی جائیں اور اللہ تعالیٰ ان کو بھی راہ ہدایت دکھا دے۔ ان کو بھی اس کا پتہ چل جائے۔

پھر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی والدہ کے بارہ میں ہے کہ وہ قادیان آئی ہوئی ہیں۔ انہوں نے اپنی والدہ کی پیری اور ضعف کا اور ان کی خدمت کا جو وہ کرتے ہیں ذکر کیا یعنی بڑھاپے اور کمزوری کا تو حضرتؑ نے فرمایا:۔

"والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بد قسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا پر اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہم و غم والدین اٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے، کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دکھ اٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو۔ چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اس کو چھوڑ نہیں سکتی''۔

پھر حضرت اماں جان کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ہماری لڑکی کو ایک دفعہ ہیضہ ہو گیا تھا ہمارے گھر سے اس کی تمام قے وغیرہ اپنے ہاتھ پر لیتی تھیں۔ ماں سب تکالیف میں بچہ کی شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے۔ جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ خدا تعالیٰ نے اسی کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کیا ہے کہ ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَ إِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبىٰ﴾ (النحل: 91)۔'' (ملفوظات جلد چہارم۔ صفحہ نمبر ۲۸۹۔۲۹۰ جدید ایڈیشن)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''پہلی حالت انسان کی نیک بختی کی ہے کہ والدہ کی عزت کرے۔ اویس قرنیؓ کے لئے بسا اوقات رسول اللہ ﷺ یمن کی طرف منہ کر کے کہا کرتے تھے کہ مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔ آپؐ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنی والدہ کی فرمانبرداری میں بہت مصروف رہتا ہے اور اسی وجہ سے میرے پاس بھی نہیں آ سکتا۔ بظاہر یہ بات ایسی ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ موجود ہیں، مگر وہ ان کی زیارت نہیں کر سکتے۔ صرف اپنی والدہ کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری میں پوری مصروفیت کی وجہ سے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو ہی آدمیوں کو السلام علیکم کی خصوصیت سے وصیت فرمائی۔ یا اویسؓ کو یا مسیحؑ کو۔ یہ ایک عجیب بات ہے، جو دوسرے لوگوں کو ایک خصوصیت کے ساتھ نہیں ملی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ ان سے ملنے کو گئے، تو اویس نے فرمایا کہ والدہ کی خدمت میں مصروف رہتا ہوں اور میرے اونٹوں کو فرشتے چرایا کرتے ہیں۔ ایک تو یہ لوگ ہیں جنہوں نے والدہ کی خدمت میں اس قدر سعی کی اور پھر یہ قبولیت اور عزت پائی۔ ایک وہ ہیں جو پیسہ پیسہ کے لئے مقدمات کرتے ہیں اور والدہ کا نام ایسی بری طرح لیتے ہیں کہ رذیل قومیں چوہڑے چمار بھی کم لیتے ہونگے۔ ہماری تعلیم کیا ہے؟ صرف اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی پاک ہدایت کا بتلا دینا ہے۔ اگر کوئی میرے ساتھ تعلق ظاہر کر کے اس کو ماننا نہیں چاہتا، تو وہ ہماری جماعت میں کیوں داخل ہوتا ہے؟ ایسے نمونے سے دوسروں کو ٹھوکر لگتی ہے اور وہ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسے لوگ ہیں جو ماں باپ تک کی بھی عزت نہیں کرتے''۔

فرمایا: ''میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ مادر پدر آزاد کبھی خیر و برکت کا منہ نہ دیکھیں گے۔ پس نیک نیتی کے ساتھ اور پوری اطاعت اور وفاداری کے رنگ میں خدا رسول کے فرمودہ پر عمل کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ بہتری اسی میں ہے، ورنہ اختیار ہے۔ ہمارا کام صرف نصیحت کرنا ہے۔''

(ملفوظات۔ جلد اول۔ صفحہ نمبر ۱۹۵۔۱۹۶ جدید ایڈیشن)

حضرت اویس قرنی کا واقعہ بیان ہوا ہے اس کے بارہ میں تھوڑی سی وضاحت کر دوں۔ کہ بعض لوگ اس واقعہ کو غلط رنگ میں اپنی دلیل دینے لگ جاتے ہیں کہ اگر کہو کہ فلاں دینی کام ہے یا جماعتی ضرورت ہے کچھ وقت دے دو تو والدین کی خدمت کا بہانہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ اپنے دنیاوی کام اسی طرح کر رہے ہوتے ہیں۔ کئی کئی دن والدین کی خبر بھی نہیں لے رہے ہوتے۔ اور جب اپنی دنیاوی ضروریات سے فارغ ہو کر کچھ وقت مل جاتا ہے تو پھر والدہ کے پاس بیٹھ کر اپنے خیال میں خدمت انجام دے رہے ہوتے ہیں۔ تو یہاں تو یہ ذکر ہے کہ اویس قرنی تو ہر وقت اپنی والدہ کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ ہر وقت اسی خدمت پر کمربستہ ہوتے تھے۔ ان کو تو دنیاوی کاموں کا ہوش ہی نہیں تھا کیونکہ ان کے تو اونٹ وغیرہ چرانے اور دوسرے جانور جو تھے ان کا کام بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہوا تھا۔ جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ میرے کام تو فرشتے کرتے ہیں۔ تو یہ نہیں کہ دنیاوی کاموں کے لئے تو ہمارے پاس وقت ہو اور جب دین کے کام کے لئے ضرورت ہو تو اویس قرنی کی مثالیں دینا شروع کر دیں۔ پھر ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو ماں کی محبت اور خدمت کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن جب اپنا مفاد ہو تو ماں باپ سے سخت کلامی سے پیش آتے ہیں۔ اور ماؤں سے غصے کا اظہار بھی کر رہے ہوتے ہیں۔ ان کو بعض دفعہ برا بھلا بھی کہہ رہے ہوتے ہیں حالانکہ ماں باپ کے آگے تو اونچی آواز میں بولنا بھی منع ہے۔ تو بعض دفعہ دینی خدمت نہ کرنے یا بیوی بچوں کے حقوق ادا نہ کرنے کے لئے ماں کی یا باپ کی خدمت کا بہانہ بنایا جاتا ہے۔ اس لئے ہر وقت اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے کہ ماں باپ کی خدمت کے نام پر کہیں نفس دھوکہ تو نہیں دے رہا اور دینی خدمت سے آدمی محروم نہ ہو رہا ہو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک شخص کو فرمایا کہ:

''والدہ کا حق بہت بڑا ہے اور اس کی اطاعت فرض۔ مگر پہلے یہ دریافت کرنا چاہئے کہ آیا اس ناراضگی کی تہہ میں کوئی اور بات تو نہیں ہے۔ جو خدا کے حکم کے بموجب والدہ کی ایسی اطاعت سے بری الذمہ کرتی ہو۔ مثلاً اگر والدہ اس سے کسی دینی وجہ سے ناراض ہو یا نماز روزہ کی پابندی کی وجہ سے ایسا کرتی ہو۔ تو اس کا حکم ماننے اور اطاعت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر کوئی ایسا مشروع امر ممنوع نہیں ہے جب، (بیوی کے بارہ میں پوچھا تھا کہ والدہ یہ کہتی ہے) تو وہ خود (یعنی بیوی) واجب الطلاق ہو جاتی ہے۔

..........سب سے زیادہ خواہشمند بیٹے کے گھر کی آبادی کی والدہ ہوتی ہے اور اس معاملہ میں ماں کو خاص دلچسپی ہوتی ہے۔ بڑے شوق سے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے خدا خدا کر کے بیٹے کی شادی کرتی ہے تو بھلا اس سے ایسی امید وہم میں بھی آ سکتی ہے کہ وہ بے جا طور سے اپنے بیٹے کی بیوی سے

KENWRIGHT & LYNCH SOLICITORS
& COMISSIONERS FOR OATHS

Our legal advice includes:

Immigration, Asylum , Nationality ,Work Permits, Business Visas, ECO matters & Appeals, Conveyancing, Landlord & Tenants, Family & Ancillary matters, & Employment .

Contact:

Muzaffar Mansoor Solicitor & Expert Witness Asylum Cases,

Robyn Lynch, Martin Chambers - Solicitors.

2 Mitcham Road Tooting Broadway London SW17 0TF

Tel: 020 8767 1211 Fax: 020 8672 0486.

Freephone: 0800 716929

Email: Kenwrightlynch@legaleys.fsnet.co.uk

LEGAL AID FRANCHISE

لڑے جھگڑے اور خانہ بربادی چاہے۔.......... ایسے بیٹے کی بھی نادانی اور حماقت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ والدہ تو ناراض ہے مگر میں ناراض نہیں ہوں۔.......... والدہ اور بیوی کے معاملہ میں اگر کوئی دینی وجہ نہیں تو پھر کیوں یہ ایسی بے ادبی کرتا ہے۔ اگر کوئی اور وجہ باعث ہے تو فوراً اسے دور کرنا چاہئے۔ ....بعض عورتیں اوپر سے نرم معلوم ہوتی ہیں مگر اندر ہی اندر وہ بڑی بڑی نیش زنیاں کرتی ہیں۔ پس سبب کو دور کرنا چاہئیے اور جو وجہ ناراضگی ہے اس کو ہٹا دینا چاہئے اور والدہ کو خوش کرنا چاہئیے۔ دیکھو شیر اور بھیڑیئے اور اور درندے بھی تو ہلائے سے ہل جاتے ہیں اور بے ضرر ہو جاتے ہیں۔ دشمن سے بھی دوستی ہو جاتی ہے اگر صلح کی جاوے تو پھر کیا وجہ ہے کہ والدہ کو ناراض رکھا جاوے۔" (ملفوظات جلد پنجم۔ صفحہ نمبر ۴۹۷-۴۹۸۔ مطبوعہ ربوہ)

مرد تو چونکہ مضبوط اعصاب کا ہوتا ہے، قوام ہے اس لئے اگر گھر میں کسی اختلاف کی وجہ بن بھی جائے تو پیار سے محبت سے سمجھا کر حالات کو سنبھالیں۔ اسی طرح جوان بچیاں اور بہوئیں بھی ان کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ بوڑھوں کے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں اور ان سے اگر کوئی سخت بات بھی ہو تو برداشت کرلیں اور اس وجہ سے برداشت کرلیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنی ہے تو پھر خدا طاقت اور ہمت بھی دیتا ہے اور حالات میں سدھار پیدا ہوتا ہے اور انشاء اللہ ہوتا چلا جائے گا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ یعنی اپنے والدین کو بیزاری کا کلمہ مت کہو اور ایسی باتیں ان سے نہ کر کہ جن میں ان کی بزرگواری کا لحاظ نہ ہو۔ اس آیت کے مخاطب تو آنحضرت ﷺ ہیں لیکن دراصل مرجع کلام امت کی طرف ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے والد اور والدہ آپ کی خوردسالی میں ہی فوت ہو چکے تھے۔ اور اس حکم میں ایک راز بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس آیت سے ایک عقلمند یہ سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ تو اپنے والدین کی عزت کر اور ہر ایک بول چال میں ان کے بزرگانہ مرتبہ کا لحاظ رکھ تو پھر دوسروں کو اپنے والدین کی کس قدر تعظیم کرنی چاہئے۔ اور اسی کی طرف ہی دوسری آیت اشارہ کرتی ہے۔ ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ یعنی تیرے رب نے چاہا کہ تو فقط اسی کی بندگی کر اور والدین سے احسان کر۔.......... اگر خدا جائز رکھتا کہ اس کے ساتھ کسی اور کی بھی پرستش کی جائے تو یہ حکم دیتا کہ تم والدین کی بھی پرستش کرو۔ کیونکہ وہ بھی مجازی رب ہیں۔ اور ہر ایک شخص طبعاً یہاں تک کہ چرند بھی اپنی اولاد کو ان کی خوردسالی میں ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔ پس خدا کی ربوبیت کے بعد ان کی بھی ایک ربوبیت ہے اور وہ جوش ربوبیت کا بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۴-۲۰۵)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور والدین کی خدمت کرنے والے اور ان سے حسن سلوک کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنی رضا کی راہوں پر ہمیں چلائے۔

آج بنگلہ دیش میں ان کا جلسہ سالانہ بھی ہو رہا ہے۔ بڑے نامساعد حالات میں وہ اپنا جلسہ کر رہے ہیں۔ ان کے لئے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے یہ جلسہ بابرکت فرمائے۔

❀❀❀..........❀..........❀❀❀

مریخ کے بارہ میں تحقیقات

(زبیر احمد خلیل خان ۔ جرمنی)

امریکی خلائی تحقیقاتی ادارہ (NASA) ناسا نے ۲۰۰۳ء میں انتہائی طاقت ور دو تحقیقاتی مشن مریخ کی طرف روانہ کئے ہیں۔ ان تحقیقاتی مشنوں کو SPIRIT اور OPPERTUNITY کے نام دئے گئے ہیں۔ تحقیقاتی مشنوں کے یہ نام طالب علموں میں ایک مقابلہ کروانے کے بعد چنے گئے تھے جسمیں دس ہزار طلباء شریک ہوئے تھے۔ اور اس بار پہلی مرتبہ اس خلائی تحقیقاتی مشن میں مختلف اقوام کے ۱۶ طالب علم بھی مختلف مشنوں پر کام کر رہے ہین۔ دو سیارچے جو کہ مریخ کے ان تحقیقاتی مشنوں کو لے کر خلا میں روانہ ہوئے ہیں ان میں سے SPIRIT کو ۱۰ جون ۲۰۰۳ء کو امریکہ میں فلوریڈا کے خلائی اسٹیشن سے روانہ کیا گیا تھا جبکہ OPPERTUNITY کو ۷ جولائی ۲۰۰۳ء کو فضا میں بھجوایا گیا تھا۔

SPIRIT تحقیقاتی مشن ۴۸۷ ملین کلومیٹر کا سفر کر کے ۴ جنوری ۲۰۰۴ء کو مریخ پر کامیابی سے اتر چکا ہے جب کہ OPPERTUNITY ۲۵ جنوری ۲۰۰۴ء کو متوقع ہے۔

قبل ازیں ۱۹۹۷ء میں NASA کی طرف سے مریخ کی طرف جو مشن (MARS PATHFINDER ROVER) کے نام سے روانہ کیا گیا تھا۔ اس کے مقابل پر موجودہ مشن بہت عمدہ آلات اور بہتر ساش و سامان کے ساتھ مریخ پر بھجوائے گئے ہیں۔

موجودہ دونوں مشنوں کا بنیادی مقصد مریخ پر موجود مخصوص جگہوں کا تجزیہ کرنا مقصود ہے کہ کیا ماضی میں مریخ پر اتنی نمی یا پانی موجود تھا کہ وہاں کسی قسم کا زندگی موجود رہی ہو۔ دونوں تحقیقاتی مشن جنہیں ROVER کہا جاتا ہے ایک دوسرے سے کام کرنے کی صلاحیت اور دیگر لوازمات میں بے بہا مشابہت رکھتے ہیں۔ تاہم دونوں ROVER مریخ کے دو مختلف علاقوں میں اتارے جا رہے ہیں۔ بھجوائے گئے تحقیقاتی مشن اس طرز پر ڈیزائن کئے گئے ہیں کہ مریخ کی سطح پر اترنے سے قبل ان کی رفتار کو کم کیا جا سکتا ہے۔ ہوا سے بھرے مختلف بیگ سطح کے ساتھ ٹکراؤ کے وقت حفاظتی حصار باندھ لیتے ہیں اور سطح سے ٹکرانے کے بعد ROVER کو بارہ بار جھٹکے لگتے ہیں اور اس پورے پراسیس میں ROVER اترنے کی جگہ سے ایک کلومیٹر تک بھٹک سکتے ہیں تاہم جھٹکے کھانے کے بعد جب ROVER ساکت ہو جاتے ہیں تو پھر ہوا سے بھرے تھیلوں سے ہوا نکل جاتی ہے اور ROVER پر موجود PETALS کھل جاتے ہیں۔ اور پھر ROVER مستحکم ہو کر اپنے کام کو شروع کرنے کی پوزیشن میں آجاتے ہیں۔ گذشتہ مشنوں کے مقابلہ میں موجود مشنوں میں انتہائی اعلیٰ امریکن اور جرمن ساخت کے آلات استعمال کئے گئے ہیں اور بہت عمدہ نتائج کی توقع کی جا رہی ہے۔

پروگرام کے مطابق تحقیقاتی مشن کے سربراہ سائنسدان روزانہ کی بنیاد پر بھجوائی گئی تصاویر اور دیگر تفصیلات کا جائزہ لے کر ROVER کو باقاعدہ احکامات جاری کرسکیں گے۔ اور جس چٹان، ٹیلے یا جگہ کے بارہ میں تحقیقات درکار ہونگی ROVER کو اس مخصوص چیز کے لئے احکامات دے سکیں گے۔

شروع شروع میں یہ تحقیقات صرف اس جگہ تک محدود رہینگی جہاں جہاں ROVER اتریں گے۔ تاہم بعد ازاں انکے دائرہ کار کو وسیع کر دیا جائے گا۔ قبل ازیں ۱۹۹۷ء میں SOJOURNER نے ۱۲ ہفتہ قیام کے دوران مریخ پر ایک فٹ بال گراؤنڈ کے مساوی سفر طے کیا تھا لیکن اس مرتبہ بھجوائے گئے ROVER S اپنے ۹۰ روزہ قیام میں گذشتہ مرتبہ طے کئے گئے فاصلہ کے مقابلہ میں چھ تا دس گنا زیادہ فاصلہ طے کرسکیں گے۔

SPIRIT اور OPPERTUNITY میں نصب آلات کی کارکردگی کو موثر اور یقینی بنانے کے لئے RADIO ISOTOP HEATERS جن میں پلوٹینیم آکسائڈ شامل استعمال کئے گئے ہیں۔ یہ بیشتر نصب شدہ آلات کو مطلوبہ گرمائش مہیا کرتے رہینگے۔ مریخ پر رات کے وقت درجہ حرارت منفی ۱۵۷ ڈگری فارن ہائٹ سے بھی نیچے گر جاتا ہے۔

موجودہ تحقیقاتی مشن پر بھجوائے گئے ROVER ۱۸۰ کلوگرام وزنی ہیں۔ اور اندازاً ۴۰ میٹر فی دن سفر کر سکتے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ تحقیقاتی مشن ۹۰ روز کے لئے بھجوائے گئے ہیں تاہم ۹۰ دنوں کے بعد ROVER کی حالت کا اندازہ لگا کر یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ مشن کی مدت بڑھانا ہے یا مشن ختم کرنا ہے۔ جہاں تک موجودہ مشن کے مقاصد کا تعلق ہے تو جیسا کہ پہلے بھی تذکرہ کیا جا چکا ہے کہ سائنسدان یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ مریخ کے دونوں اطراف کبھی ایسی صورتحال رہی ہے کہ جس کے بارہ میں یہ کہا جا سکے یہاں کے حالات زندگی کے لئے موافق رہے ہوں۔

گزشتہ دو مشنوں GLOBAL MARS SURVEYER اور PATHFINDER نے اس امر کی تصدیق کی تھی کہ قدیم وقتوں میں مریخ پر پانی کے اثرات پائے جاتے تھے۔ ان گزشتہ مشنوں کی تحقیق کے نتیجہ میں ہی اس بار SPIRIT کو GUSESV CRATER کے علاقہ میں اتارا گیا ہے جو کہ ایک بڑی کھائی کی شکل کا ہے۔ اور جس کے بارہ میں قیاس ہے کہ قدیم زمانہ میں یہاں جھیل ہوتی ہو گی۔ اس طرح ROVER OPPERTUNITY کی منزل مقصود MERIDIANI PLANUM ہے جو کہ GUSESV CRATER سے اگر مریخ کا قطر ناپا جائے تو نصف قطر کے فاصلہ پر ہے۔ اور اس جگہ GRAY HEMATITE قسم کی معدنیات کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس معدنیات کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ جہاں پانی سیال مادہ کی شکل میں موجود ہوں صرف وہاں ہی یہ معدنیات پائی جاتی ہیں۔

دونوں ROVERS میں موجود آلات جیولا جیکل نقطۂ نظر سے ان دونوں جگہ کا گہری اور عتیق نظروں سے تجزیہ کرینگے اور اس امر کا پتہ چلائینگے کہ کیا زمانہ قدیم میں کسی وقت یہاں ایسے حالات تھے کہ مریخ پر زندگی کا پایا جانا ممکنات میں سے تھا۔ متذکرہ بالا کاوشیں کائنات کی لامتناہی وسعتوں کا پتہ دیتی ہیں۔ رب العالمین پر ایمان رکھنے والے تو ہر ایسی نئی دریافت اور کوشش پر خوشی محسوس کرتے ہیں کہ ہر ایسی کاوش ایک بالا اور عظیم ہستی کا زندہ ثبوت بن جاتی ہے۔ کاش کہ خدا تعالیٰ کی ذات کے منکرین بھی ان کاوشوں سے سبق حاصل کریں اور کائنات کے حقیقی خالق کی عظمتوں کے آگے سربسجود ہو جائیں۔

❀❀❀❀❀❀

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز ۔ ربوہ

☆ ریلوے روڈ: 0092 4524 214750
☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515

SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

سیدنا حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ کی سیرۃ

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۹؍دسمبر ۲۰۰۳ء میں مکرم صفدر علی وڑائچ صاحب نے حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ کی دعاؤں اور شفقتوں کے حوالہ سے مضمون تحریر کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ میرے والد مکرم محمد شریف وڑائچ صاحب کے چچازاد بھائی کو ۱۷؍جون ۱۹۸۲ء کو زمین پر قبضہ کرنے کی خاطر دشمن نے قتل کردیا۔ میرے والد اس مقدمہ میں مدعی تھے لیکن نومبر میں وہ بھی وفات پاگئے۔ ان صدمات نے مجھے دو تین ماہ تک سمجھ ہی نہ آنے دی۔

آخر ساری صورتحال حضورؒ کی خدمت میں لکھ دی تو حضورؒ نے دادا جان (مکرم چودھری مرزا خان صاحب) کے ساتھ مجھے ملاقات پر بلایا، سینے سے لگایا اور ساری تفصیل مقدمہ کی سنی جو مَیں نے برستی آنکھوں سے بیان کی اور آخر میں بے ساختہ میرے منہ سے نکلا کہ اب ہمارے خاندان میں اس مقدمہ کی پیروی کرنے والا بھی کوئی نہیں رہا۔ میری عمر اُس وقت ۲۳ سال تھی۔ حضورؒ نے فرمایا: آپ کیوں گھبراتے ہیں، کیس کی پیروی مَیں کروں گا۔ پھر میرے دادا نے دعا کی درخواست کی تو فرمایا: مَیں دعا کروں گا، بہت دعا کروں گا، چوکھی دعا کروں گا۔ پھر مقدمہ کے سلسلہ میں ہدایات دیں۔ اس کے بعد مقدمہ کی ہر پیشی کی اطلاع اور کارروائی کی تفصیل مَیں حضورؒ کی خدمت میں بھجواتا رہا اور حضورؒ کی دعاؤں کا اثر بار بار محسوس کیا۔

آپ مزید بیان کرتے ہیں کہ شادی کے چھ سال بعد تک مَیں اولاد سے محروم رہا کہ حضورؒ نے وقف نو کی تحریک فرمائی تو میں بار بار دعا کیلئے لکھتا رہا۔ حضورؒ کی طرف سے وقف نو نمبر بھی الاٹ کردیا گیا۔ آخر حالات ایسے ہوئے کہ مجھے عقد ثانی کرنا پڑا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے دو بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۳؍دسمبر ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت مکرم حمیدالحامد صاحب کی نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

وہ دُور تھا مگر قلب و نظر میں رہتا تھا
سرور و لطفِ سماعت اثر میں رہتا تھا
سماعتوں میں سدا گھول کر کلام کا رَس
وہ اس کی روح میں اس کے اثر میں رہتا تھا
مسافتوں کا نہ اس کے شمار تھا کچھ بھی
وہ بحر علم تھا وہ بحر و بر میں رہتا تھا
صفائے قلب تھا اس کا کہ مثلِ آئینہ
صفاتِ حق کے حصول و نشر میں رہتا تھا

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۰؍دسمبر ۲۰۰۳ء میں مکرم ارشاد احمد خان صاحب مربی سلسلہ کے قلم سے حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ کی شفیق یادیں بیان ہوئی ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ میرے والد صاحب محترم سلطان شیر خان صاحب مرحوم نے ۱۹۵۵ء میں بیعت کی۔ جب وہ ربوہ سے آتے تو ہمیں بتاتے کہ حضرت مصلح موعودؓ کے ایک بیٹے مرزا طاہر احمد صاحب میری عمر کے جوان ہیں جن کے اخلاق نے مجھے بہت متأثر کیا ہے۔

میرے والدین نے مجھے پیدائش سے قبل وقف کردیا تھا۔ جب ۱۹۷۵ء میں مَیں نے میٹرک کیا تو میرے والد صاحب مجھے ربوہ لے گئے۔ جامعہ احمدیہ میں داخل کروایا اور حضورؒ سے ملوانے وقف جدید کے دفتر لے گئے۔ مَیں صوبہ سرحد کے سنگلاخ قبائلی علاقہ میں بچپن گزار کر آیا تھا، اردو بھی صحیح نہیں بول سکتا تھا۔ جامعہ میں داخل ہونے کے بعد مجھے شدید نزلہ زکام ہوا جو قریباً چار ماہ تک رہا۔ ایسے میں کچھ بزرگوں نے میری بڑی مدد کی اور ان میں حضورؒ تو میرے لئے مجسم رحمت تھے۔ چنانچہ مَیں اس قابل ہوا کہ جامعہ کی پڑھائی جاری رکھ سکوں۔

جب خاکسار ثالثہ کا طالب علم تھا تو سالانہ امتحان میں ایک مضمون میں میرے پاس ہونے سے صرف چھ نمبر کم تھے۔ باقی مضامین میں نمبر اچھے تھے لیکن ممتحن نے مجھے فیل کردیا۔ مَیں نے پرنسپل مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب سے رعایتی پاس کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے بتایا کہ یہ کیس اب وکالت تعلیم میں چلا گیا ہے اور مجھے مشورہ دیا کہ میاں طاہر احمد صاحب سے مل لوں۔ چنانچہ مَیں نے ساری تفصیل جاکر حضورؒ سے عرض کردی کہ میرا ایک سال بچ سکتا ہے۔ میرے جیسا معاملہ جامعہ کے تیرہ چودہ دیگر طلباء کے ساتھ بھی تھا۔ آپؒ نے فوری بورڈ کا اجلاس طلب کیا۔ بورڈ کے اجلاس میں حضورؒ نے پوچھا: اگر ایک چانس اَور مل جائے تو پاس کرلوگے؟۔ مَیں نے کہا: انشاء اللہ۔ چنانچہ میرا دوبارہ امتحان ہوا جس میں ۸۰ فیصد نمبر آئے اور میرا ایک سال بچ گیا۔

جامعہ کے شاہد کے امتحان میں موازنہ مذاہب کے مضمون میں کمیونزم بہت مشکل تھا۔ اس بارہ میں ہماری کلاس نے حضورؒ سے مدد مانگی تو حضورؒ نے گزشتہ دس سالوں کے پرچے نکلوا کر اُن کے منتخب سوالات پر دو دن لیکچر دیا جو دفتر سے چھٹی کے بعد شروع ہوتا۔ اور اس طرح ہمارے سارے سوالوں کے جواب دے دیئے۔

جب حضورؒ نے صفات باری تعالیٰ پر خطبات دیئے تو مَیں نوشہرہ کینٹ میں مربی تھا۔ وہاں ایک غیراحمدی پروفیسر نے ایک خطبہ سن کر کہا کہ وہ گزشتہ پینتیس سال سے یہ مضمون سمجھنے کی کوشش کررہا تھا لیکن وہ آج خطبہ سن کر اسے سمجھ سکا ہے۔

پشتو زبان کے ایک شاعر عبدالرحمٰن بابا نے کیا خوب کہا ہے: آپ کے حسن کے پھول بہت زیادہ ہیں اور میرا دامن تنگ ہے، کس کس کو جمع کروں؟

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۰؍دسمبر ۲۰۰۳ء میں مکرم پیر محمد عالم صاحب کارکن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کی یادوں پر مشتمل ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ میں ۱۹۸۴ء میں شعبہ تعلیم لاہور سے بطور ڈپٹی ڈائریکٹر ریٹائر ہونے کے بعد ربوہ چلا گیا اور جب حضرت خلیفۃالمسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ منتخب ہوئے تو میں نے اپنی خدمات پیش کیں۔ حضور رحمہ اللہ کے خلیفہ بننے سے قبل میں بیمار تھا اور اتفاق سے حضورؒ ہی کے زیرعلاج تھا۔ میرے وقفِ زندگی پر حضور نے فرمایا: پہلے تندرست ہو جاؤ پھر اپنے آپ کو خدمت کے لئے پیش کرنا۔ کچھ عرصہ بعد ایک شادی کے موقع پر حضورؒ نے مجھے دیکھ لیا اور اپنے پاس بلاکر پوچھا کہ اب صحت کیسی ہے۔ میں نے عرض کیا حضور اب پہلے سے کافی بہتر ہوں۔ چنانچہ حضورؒ نے میرا وقف قبول فرماکر انگلش سیکشن کا کام میرے سپرد کردیا۔ چنانچہ میں نے مارچ ۱۹۸۳ء میں دفتر پرائیویٹ سیکرٹری ربوہ میں باقاعدہ کام شروع کیا۔ ۱۹۸۴ء میں حضور کو لندن ہجرت کرنا پڑی اور ۱۹۸۵ء میں حضور نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ لندن آنے کے لئے تیار ہیں؟ میں نے عرض کیا حضور میں تو واقف زندگی ہوں، حضور کا جو بھی حکم ہوگا اس کی تعمیل کرنا میرا فرض ہے۔ چنانچہ ضروری دفتری کارروائی کے بعد میں ۲۸؍اکتوبر ۱۹۸۵ء کو حضور کی خدمت میں لندن حاضر ہوگیا۔ یہاں بھی حضور نے ازراہ شفقت انگلش سیکشن میں ہی کام کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ حضور ازراہ شفقت مجھے اکثر پیر جی کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضورؒ نے پوچھا کہ تم دفتر کتنے بجے آجاتے ہو۔ میں نے کہا: آٹھ یا ساڑھے آٹھ تک آجاتا ہوں۔ حضور فرمانے لگے کہ میں بھی اس وقت آجایا کروں گا۔ چنانچہ اس کے بعد حضورؒ ساڑھے آٹھ بجے دفتر تشریف لے آتے۔ بعض دفعہ جب میں بیمار ہو جاتا تو حضور فون پر میرا حال دریافت فرماتے اور ہدایات دیتے کہ فلاں فلاں دوائی کھاؤ۔ پھر اگر میری بیماری کے دوران حضور دورہ پر ہوتے تو وہیں سے ڈاکٹر مجیب الحق صاحب کو تاکیداً پیغام بھجواتے کہ احتیاط سے علاج کریں اور اگر ضرورت ہو تو ہسپتال میں داخل کرائیں۔

جب صبح حضور دفتر تشریف لاتے تو آپ کا اکثر یہ معمول تھا کہ مجھے بلاکر پاس بٹھا لیتے اور میری ملازمت کے زمانہ کے حالات دریافت فرماتے۔ میرا جواب ہمیشہ یہی ہوتا کہ مجھے جو مزا زندگی وقف کرنے کے بعد حضور کی قربت میں خدمت کرنے کا حاصل ہوا ہے اس کا ملازمت کے زمانہ سے کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ پھر ایک دفعہ اردو کلاس میں حضور کی گفتگو کا محور صرف میری ذات ہی رہی۔ حضور نے تفصیل سے میرے خاندان کا اور خصوصاً میری والدہ کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ میں جب دفتر پہنچتا ہوں تو یہ باقاعدگی سے وہاں موجود ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ شہدائے قادیان کا ذکر خطبہ جمعہ میں فرمایا تو میرے چھوٹے بھائی پیر سلطان عالم نائب ناظر ضیافت قادیان کے ذکر کے بعد پھر میرا ذکر فرمایا کہ ان کے بڑے بھائی میرے ساتھ وہاں دفتر میں کام کرتے ہیں۔ وقت کے انتہائی پابند ہیں اور میں جب بھی انہیں بلاؤں وہ موجود ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں دفتر میں کسی کام کے سلسلہ میں مقررہ وقت سے پہلے پہنچ گیا اس دن میں نے ابھی ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔ سیر سے واپس آکر حضور دفتر میں تشریف لائے۔ تو لائٹ ہونے پر میں اندر گیا تو حضور نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا کہ پیر جی کیا آپ نے ناشتہ کرلیا ہے؟ اس پر میں خاموش رہا تو حضور نے ازخود ہی فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آج آپ نے ابھی ناشتہ نہیں کیا اور فرمایا: اب آپ یہیں بیٹھیں میں آپ کو ناشتہ کرواتا ہوں۔ چنانچہ حضور اوپر تشریف لے گئے جب واپس آئے تو حضور کے ہاتھ میں دو کپ اور کچھ ناشتے کا سامان تھا۔ حضور نے فرمایا کہ آپ بھی ناشتہ کریں اور میں بھی کرتا ہوں۔ چنانچہ ہم دونوں نے اکٹھے اس روز ناشتہ کیا۔ ایسا دو تین دفعہ ہوا۔

مہمان نوازی کے سلسلہ میں ایک اور دلچسپ واقعہ بیان کرتا ہوں۔ عید کے موقع پر حضور اپنے عزیزوں اور چند دیگر احباب کی محمود ہال میں دعوت کیا کرتے تھے۔ ایک موقع پر منتظم مہمان نوازی مجھے اطلاع نہ کرسکے۔ جب حضور ہال میں تشریف لائے تو حضور کی دوربین نگاہ نے فوراً بھانپ لیا کہ میں وہاں موجود نہیں۔ حضور نے اسی وقت میرے گھر آدمی بھیجا کہ اسے بلاکر لاؤ۔ میں یہ اطلاع ملتے ہی فوراً حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا کہ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو اطلاع نہ ہوسکی۔ اور پھر ازراہِ شفقت اپنے ساتھ والی کرسی پر بٹھایا اور فرمایا کہ سیر ہو کر کھاؤ اور ساتھ ساتھ حضور باتیں بھی کرتے رہے۔

حضور کے ساتھ مجھے خدا کے فضل سے ایک لمبا عرصہ کام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اس دوران میں نے کبھی حضور کو ناراض ہوتے یا تلخ کلامی سے بات کرتے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ پیار اور محبت کا سلوک فرماتے۔ اگر کسی وقت کوئی فروگذاشت ہو جاتی تو خندہ پیشانی سے نظرانداز فرمادیتے۔ وہ ایک ایسا شفیق روحانی باپ تھا جس کو ہم کبھی بھلا نہیں سکتے۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۹؍ستمبر ۲۰۰۳ء کی زینت مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب کی نظم سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

تیرا خیال کرامت ترا قلم اعجاز
کئے ہیں صفحۂ قرطاس پر رقم اعجاز
دکھایا تیری دعاؤں نے دم بدم اعجاز
ترا وجود تھا برکت ترا قدم اعجاز
خدا کرے یہ خلافت سدا رہے قائم
اور اس کے فیض سے لیتے رہیں جنم اعجاز

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@hotmail.com

Vol. 11 Friday March 12, 2004 Issue No. 11

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاهد۔ مؤرخ احمدیت

اسلام خالص سے وابستہ مسلمان اقلیت میں ہیں

دیو بندی عالم محمد امجد قاسمی ندوی استاد دارالعلوم الاسلامیہ بستی کے قلم سے ماہنامہ ترجمان دیوبند میں درج ذیل مضمون اشاعت پذیر ہوا ۔

''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' اسلام کا آغاز کسمپرسی اور غربت کے عالم میں ہوا اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ پھر اسی حال میں ہو جائے گا جیسا کہ آغاز میں تھا،تو شادمانی اور بہتری ہو غرباء کے لئے۔''

اس حدیث میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ اسلام کی دعوت کا آغاز ایسے ماحول اور زمانے میں ہوا تھا کہ اس کی راہ میں بے شمار مزاحمتیں اور رکاوٹیں تھیں وہ مسافر پردیسی کی طرح بے یارومددگار اور کس مپرسی کا شکار تھا ،اس کے انگلیوں پر گنے جاسکنے والے متبعین کمزور بے آسرا تھے،وہ بے گانگی اور اجنبیت کے شکار تھے،کوئی غم گسار و چارہ ساز نہ تھا، بلکہ ان پر مصائب کا طوفان اور مظالم و مشکلات کا سیل رواں جاری تھا ، انھیں مقاطعوں کی اذیتیں بھی سہنی پڑی تھیں،انہیں تپتی ریت پر گرم انگاروں پر لٹایا اور گھسیٹا جارہا تھا،مجبوراً ان کو اپنا وطن بھی چھوڑنا پڑا تھا۔

یہ تھا اسلام کا آغاز اور یہ تھی اس کی غربت و اجنبیت ،لیکن پھر رفتہ رفتہ دائرہ بڑھا ،مصائب کے ہجوم میں اہل اسلام کی استقامت کے نتیجہ میں ان کو فتوحات نصیب ہوئیں اور پھر چند سالوں ہی میں کایا پلٹی اور اسلام سب پر غالب و سربلند ہوگیا،لیکن فرمان نبوت کے بموجب یہ پیشگوئی ہے کہ آئندہ ایک دور پھر ایسا آئے گا کہ اسلام اپنے آغاز کی طرح کسمپرسی اور بے چارگی کا شکار ہوجائے گا،سابقہ امتوں کی طرح اس امت میں بھی فساد کے دروازے چوپٹ کھل جائیں گے اور امت کی اکثریت بدعتوں ،رسوم و خرافات ،باطل عقائد و اعمال کے دلدل میں پھنستی چلی جائے گی ۔اور اس حدیث کی بالکل تصدیق ہوجائے گی جس میں فرمایا گیا کہ'' عنقریب ایک ایسا زمانہ لوگوں پر آئے گا کہ صرف اسلام کا نام باقی رہ جائے گا اور صرف قرآن کے نقوش باقی رہ جائیں گے،ان کی مسجدیں بظاہر آباد ہوں گی مگر فی الواقع ہدایت سے خالی ہوں گی،ان کے علماء آسمان کے نیچے کی ساری مخلوق میں سے سب سے بدتر ہوں گے،فتنہ خود انہیں میں سے پھوٹے گا اور انہیں میں ٹھہرے گا۔

علماء دنیا دار ہو جائیں گے ،مسجدوں کا فیض لوگ حاصل نہ کر پائیں گے،قرآن و اسلام پر عمل ختم ہو جائے گا ،صرف ان کا نام ہی باقی رہ جائے گا ،مسلمانوں میں اسلام سے دوری آجائے گی ،وہ دشمنوں کے پروپیگنڈوں سے مرعوب اور ان کے حامی ہو جائیں گے ،ایسے عالم میں مخلص اہل حق بہت تھوڑے بچیں گے ،جو صحیح اسلام پر جمع ہوں گے ،جو صادق الایمان اور امین ہوں گے اور انہیں غیروں کے ساتھ نام نہاد مسلمانوں کی طرف سے مشکلات و مصائب کا سامنا ہوگا ،ایسے ہی لوگوں کو حدیث میں ''غرباء'' کہا گیا ہے اور انہیں خوش خبری سنائی گئی ہے۔

(شعب الایمان ۔بیہقی)

یہ حدیث ہم مسلمانوں کے موجودہ حالات پر پوری طرح منطبق اور چسپاں ہے،امت کی اکثریت بد عقیدگی ،بدعملی ،بدکرداری ،بے راہ روی ،افراط و تفریط،غیروں کی دریوزہ گری اور حرام کاری میں پور پور ڈوبی ہوئی ہے ،علمائے سوء اپنے نفس و ہویٰ کی پیروی میں مست اور مگن ہیں ،ایسے عالم میں وہ افراد بہت کم ہیں ،جو اسلام خالص کی راہ پر گامزن ہوں اور اصلاح امت کی فکر میں ڈوبے ہوئے ہوں ،زبان نبوت میں وہی مبارک باد کے مستحق ہیں اور انہیں سے امیدیں وابستہ ہیں،اللہ تعالیٰ ہماری حالت درست فرما کر ہمارا شعار اپنے مخلص ''غرباء'' میں فرمائے۔آمین یا رب العالمین۔

(''دیو بند'' دسمبر ۲۰۰۳ء صفحہ ۳۳۔۳۵)

آج دنیا کی سطح پر جماعت احمدیہ ہی اسلام خالص کی علمبردار اور اقلیت میں ہے جس کے بانی دردمندانہ دل سے مسلمانان عالم میں مدت سے یہ منادی کررکھی ہے کہ ؎

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے

❁❁❁❁❁

سیرت المہدیؑ کا ایک ورق

ایک روشن کشف

حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساویؓ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

ایک دفعہ آپؑ کی مجلس میں مکاشفات کا ذکر چل پڑا اور پہلے صوفیائے کرام کا ذکر آگیا کہ فلاں بزرگ نے اپنے ملفوظات میں ایسا لکھا ہے کہ ایک وقت اللہ تعالیٰ کے بندوں پر ایسا آجاتا ہے کہ اُن پر غیب کی باتیں ظاہر کی جاتی ہیں۔اور ایسے ایسے حالات کشفی رنگ میں ان کو دکھلا دئے جاتے ہیں جو کہ ہزار ہا کوس کی باتیں ہوتی ہیں۔اس پر آپؑ نے فرمایا کہ:

'' یہ بالکل درست ہے۔ایک دفعہ ہم نے دیکھا کہ بیت اللہ کا طواف حاجی لوگ کر رہے ہیں اور مَیں ان کو دیکھ رہا ہوں ۔اور اگر مَیں چاہتا تو مَیں ان کی باتیں لکھ سکتا تھا اور کوئی چیز میرے درمیان اور کعبۃ اللہ کے درمیان نظر نہیں آتی تھی۔ کعبۃ اللہ ہی میری آنکھوں کے سامنے نظر آتا تھا۔اور فرمایا وہ آنکھیں یہ آنکھیں نہیں ہوتیں، وہ آنکھیں تو خاص خاص بندوں کو عطا ہوتی ہیں۔ جو دوسروں کو نہیں دی جاتیں۔پس جتنا جتنا اپنے قلب کو خدا کی محبت میں معمور کروگے اتنا اتنا ہی قلب بھی نورِالٰہی سے معمور ہوگا''۔

❁❁❁❁❁

محلّہ داری کا حق

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کی مجلس میں محلّہ داری کا ذکر چل پڑا کہ حضور فلاں احمدی کا گھر اور فلاں احمدی کا گھر ایک ہی محلّہ میں ہیں مگر دونوں آپس میں ملتے نہیں ہیں۔اس پر آپؑ نے ایک لمبی تقریر فرمائی اور فرمایا کہ:

''ہمارے آنحضرت ﷺ کو محلّہ داروں کے حقوق کا اس قدر خیال ہوتا تھا کہ گویا آپؐ کے محلّہ دار آپ کے رشتہ دار ہیں اور آپ نے محلّہ داروں کے حقوق کا اس قدر شدومد سے حدیثوں میں ذکر فرمایا ہے کہ آپ نے محلّہ داروں میں اور رشتہ داروں میں فرق ہی نہیں رکھا۔پس ہماری جماعت کو چاہئے کہ محلّہ دار خواہ کوئی بھی ہو اس کے ساتھ ایسا سلوک رکھنا چاہئے جیسا اپنوں سے تم کرتے ہو۔پس مَیں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے محلّہ داروں کی ہر تکلیف وراحت میں شریک رہو تاوہ تم کو غیر نہ سمجھیں۔

❁❁❁❁❁

پاک مجلس

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس پاک مجلس تھی۔آپ کی مجلس میں بہت زیادہ ذکر اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا اور اس کی نکتہ نوازیوں کا ہوتا تھا اور آپؑ ایسے پاک الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا ذکر فرماتے کہ ہمیں یہ محسوس ہوا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ خود اس مجلس میں نازل ہیں اور ہمارے دلوں سے دنیا کی محبت کو مٹا کر اپنی محبت ہمارے دلوں میں بھر رہے ہیں ۔ اللہ ! اللہ ! کیسی خدا نما مجلس آپؑ کی تھی کہ دنیا ہماری نظروں میں ہیچ ہو جاتی تھی ۔ اور مردار کی طرح نظر آنے لگتی تھی۔

آپؑ کی مجلس میں دوسری خاص بات یہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کے پاک نبیوں اور اس کے رسولؐ کا ذکر بہت کثرت سے ہوا کرتا تھا۔ اور خاص کر آنحضرت ﷺ کی سیرت پاک کا اتنا ذکر ہوتا تھا کہ سینکڑوں ہزاروں دُرود آپؐ کے نام کو سن کر بھیجے جاتے تھے۔اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدوں کی محبت سے ہم سرشار ہو جایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی پاک محبت کا نقشہ ایسا جم جاتا تھا کہ وہ اثر کئی کئی دن ہمارے دلوں میں رہتا تھا۔ بعض وقت تو ہمارے دل یہ محسوس کرنے لگتے تھے کہ اب اس وقت تمام پاک بندوں کی روحیں اس مجلس میں جمع ہیں''۔

(اخبار الحکم قادیان ۔ ۲۱/جنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۳)

❁❁❁❁❁

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''حقیقت یہ ہے کہ نمازوں میں سستی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا وصال ہاتھ سے جاتا ہے اور اس کی صفات کا علم انسان کو حاصل نہیں ہوتا۔پس اس کے نتیجہ میں ضلال پیدا ہوتا ہے۔دعا کی کمی کی وجہ سے ناکامی آتی ہے۔اتباع شہوات سے علم اور دلیل سے رغبت کم ہوکر جہالت میں انہماک پیدا ہوتا ہے اور ان سب چیزوں کے جمع ہونے کی وجہ سے ہلاکت پیدا ہوتی ہے۔

(تفسیر کبیر حصہ پنجم صفحہ ۳۱۸)

معاند احمدیت،شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّ قْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے،انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔